مرادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

افاضات

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج سکھر (سندھ)

مُرتّبہ

محمد عبد الستار طاہر

ناشر

رضا انٹرنیشنل اکیڈمی صادق آباد
اسلامیہ جمہوریہ پاکستان



سیدی یا رسول اللہ
جیلانی فریم میکر بلاک 10 ڈیرہ غازیخان
دینی کتابوں کا مرکز جماعت اہل سنت

سلسلۂ مطبوعات نمبر

نام کتاب	مُرادِ رسول
افاضات	پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
مرتب	محمد عبدالستار طاہر
کتابت	محمد طارق رانا
صفحات	۵۶
سائز	۲۳ x ۳۶ / ۱۶
تعداد	۱۰۰۰
اشاعت	بار اوّل
سنِ اشاعت	رمضان المبارک ۱۴۱۳ھ / مارچ ۱۹۹۳ء
باہتمام	محمد عبداللہ عسکری رضوی

S4462

ھدیہ

دعائے خیر بحق معاونین و اراکین ۔ بیرون جات کے شائقین ۶/- روپے کے ڈاک ٹکٹ بھجوا کر طلب فرمائیں

رابطہ

رضا انٹرنیشنل اکیڈمی

محلہ حسین آباد ۔ امام احمد رضا خاں بریلوی اسٹریٹ

صادق آباد ۔ ضلع رحیم یار خاں ۔ کوڈ نمبر ۶۴۳۵۰

اِنتساب

رحمتِ عالم (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے رفیق و دمساز
عاشقِ دل فگار
جان نثار و جان باز
اِسلام کے سپہ سالار
خلافت کے پاسدار
غریبوں کے غریب
شاہوں کے شاہ
حق پرست و حق آگاہ
نڈر و بے باک
قوّتِ ایمان
شوکتِ اِسلام
شاہوں کے لئے مثال
رعایا کے غم خوار
عدل گُستر و عدل پناہ
فاروقِ اعظم حضرت عمرؓ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کے

نام

محمّد عبدالسّتار طاہر

سلکِ جواہر

باسمہ تعالیٰ

اِبتدائیہ

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہِ الکریم ۵ فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرّجیم۔

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

بیان ہو اللہ والوں کی سیرتِ پاک کا ـــــــ اللہ تعالیٰ کے محبُوبوں کی پاک زندگیوں کا ـــــــ اور پھر بیان کرنے والا بھی اللہ کے پیاروں کا پیارا ہو، چہیتا ہو ـــــــ اور اُس سے وابستہ آرزوؤں کی فصلِ بہار زنا حدِّ نظر گل وثمر کے انبار لگاتی چلی جائے ـــــــ تو اُس کے قلمِ مُعجز رقم سے بیان کی جانے والی عشق ومحبّت کی داستان دلگداز کیونکر نہ ہوگی ـــــــ دِل والوں کے ذکر وفکر کی چاشنی کیونکر نہ ہوگی ـــــــ دل کی سُلگن کی دھیمی دھیمی آنچ کیونکر نہ ہوگی ـــــــ وہ دل جو اہلِ نظر سے نسبت وسنگت کے باعث اہلِ دل سے داد و دہش پا کے ایک مقامِ خاص کا حامل ہو جائے ـــــــ اور پھر وہ دِل کہ عرشِ الٰہی ہے۔ اِس مقامِ مسعود پر اللہ کے پیاروں کی یاد و تذکار کا عالم کیا ہوگا؟ ـــــــ

ے

قدسیوں کو رشک اس جمعیّتِ خاطر پہ ہے\
کچھ نہیں کھلتا کہ میں کس کے پریشانوں میں ہوں

زیرِ نظر شذرات ومقالات حضرت عُمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سیرتِ پاک پر لکھے گئے ہیں ـــــــ جن کی سیرتِ مطہّرہ نے ایک زمانے کو بنا دیا اور ایسا بنا دیا کہ آنے والے اُس سے بننے لگے ـــــــ اور اُس ایک عہد پر آنے والے زمانے اُستوار ہونے لگے۔

حضرت مسعودِ ملّت پروفیسر ڈاکٹر محمّد مسعود احمد صاحب مجدّدی بھی ہیں اور مظہری بھی ـــــ اور پھر مجدّدیت تو غیرتِ فاروقی کا نام ہے ـــــ کہ جس نے قصرِ شہنشہی و ایوانِ جہانگیری کو لرزہ براندام کر کے رکھ دیا ـــــ اور عہدِ جہانگیری میں پروان چڑھنے والی بدعات و منکرات کا قلع قمع کر کے رکھ دیا، اُنہی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی علیہ الرحمہ کے فیض کا حضرت مسعودِ ملت مظہرِ اتم ہیں ـــــ اور اُسی فیض کے سرچشمے آج دیارِ پاکستان کے اکناف میں تشنہ قلوب و ارواح کو سیراب کر رہے ہیں۔

ان خوبصورت ـــــ سدا بہار تحریروں کو بار بار شائع ہونا چاہیے ـــــ کہ ان کا مقصدِ وحید تعمیرِ انسانیت ہے ـــــ تشکیلِ شخصیت ہے ـــــ پرورشِ سیرت ہے ـــــ انہیں بار بار پڑھنے سے جی سیر نہیں ہوتا ـــــ بار بار دیکھنے سے آنکھیں نہیں بھرتیں ـــــ اور یونہی انہیں بار بار شائع کرنے سے تسکینِ جاں نہیں ہوتی ہے ـــــ آتشِ شوق ہے کہ بھڑکے جاتی ہے ـــــ تحریر کا یہ حسن ایک فقیر کا عطا کردہ ہے ـــــ یہ نوشتہ ایک درویش کا رقم کردہ ہے ـــــ سادہ لفظوں پر مشتمل اِن پُرکار تحریروں کا مطالعہ ہر بار نئے نئے معانی آشکار کرتا ہے ـــــ نئے سے نئے ذائقے سے ہم آہنگ کرتا ہے ـــــ اہل اللہ کی طرح یہ تحریریں بھی سدا بہار ہیں ـــــ جس طرح اہلِ اللہ مر کے نہیں مرتے ـــــ دائم رہتے ہیں ـــــ اُسی طرح سے اُن سے منسوب چیزیں اور شخصیتیں بھی مکرّم و محترم ہو جاتی ہیں ـــــ اور اس نسبت کے تصدّق اُنہیں بھی دوام حاصل ہو جاتا ہے ـــــ ؂

اگر پہچان ہے کوئی تو یہ نسبت کی خوبی ہے
وگرنہ کیا میری اوقات، کیا نام و نسب میرا

خدا کرے کہ ہم اور ہمارے بعد آنے والی نسلیں بھی اِن تحریروں سے فیضیاب ہوتی رہیں ——— جیساکہ ہم مقدور بھر مستفیض ہو رہے ہیں۔ ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم

زیرِ نظر تحریریں قبل ازیں ماہنامہ ضیائے حرم لاہور اور ماہنامہ رشاد، سیالکوٹ میں گاہے بگاہے شائع ہوتی رہی ہیں۔ مثلاً ان میں سے اعجازِ فاروقی سب سے پہلے ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے شمارہ جنوری ۱۹۷۵ء (ص ۲۸ تا ۳۱) شائع ہوئی ——— پھر دو سال بعد ہی اعجازِ فاروقی، موجِ خیال کے ص ۱۹۷ تا ۲۰۱ پر کراچی سے ۱۹۷۷ء میں منظرِ عام پر آئی ——— پھر ماہنامہ اِستقامت، کانپور (بھارت) کے شمارہ ستمبر ۱۹۸۹ء میں (ص ۱۰۶ تا ۱۰۹) عرصہ ۱۴ سال بعد شائع ہوا ——— مقالہ "فاروقِ اعظم کا غیرمسلموں سے حسنِ سلوک" ماہنامہ ضیائے حرم لاہور کے فاروقِ اعظم نمبر شمارہ جون ۱۹۷۴ء میں (ص ۲۶۳ تا ۲۸۶) شائع ہو چکا ہے ——— دیگر شذرات موجِ خیال سے لئے گئے ہیں جو موضوع سے مناسبت رکھتے ہیں ———

اعجازِ فاروقی کی تواتر سے اشاعت سے ہی اِن تحریروں کی اہمیّت اور افادیّت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے ——— بندۂ ناچیز نے حضرت مسعودِ ملّت کے حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے بارے میں محرّرہ تمام شذرات کو یکجا کردیا ہے تاکہ قاری کو حضرت مسعودِ ملّت کے حوالے سے اس موضوع پر مواد گلدستے کی شکل میں میسّر آسکے ———

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیاروں کے تصدّق ناچیز کی اِن مساعی کو منظور و مقبول فرمائے ——— مُرادِ رسول حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجلّیات و برکات سے بہرہ ور فرمائے ——— اور صاحبِ افاضات حضرت مسعودِ ملّت کے فیوضات وعنایات و نوازشات سے دارین

میں سرخرو فرمائے۔ اللھم ربنا آمین بجاہ سید المرسلین شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین والحمد للہ رب العالمین ــــ

محمد عبد الستار طاہر عفی عنہ
پیر کالونی۔ والٹن
لاہور چھاونی

۱۲ ذیقعد ۱۴۱۰ھ
۶ جون ۱۹۹۰ء

اعجازِ فاروقی

صُورتیں نہیں سیرتیں چمکتی ہیں ـــــ اور جب سیرتیں چمکتی ہیں تو صُورتیں بھی چمکنے لگتی ہیں ـــــ آفتاب چمکتا ہے تو ماہتاب چمکتا ہے، آفتاب نہ چمکے تو ماہتاب کہاں سے آئے؟ ـــــ ظاہری سج دھج میں کیا رکھا ہے ـــــ کچھ بھی نہیں ـــــ ایک حادثۂ عظیم رُونما ہونے والا ہے ـــــ سب نقش و نِگار مٹ کر رہ جائیں گے ـــــ اللہ اللہ! ـــــ

نقشِ فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

لیکن انسان حُسنِ ظاہر پر فریفتہ ہے ـــــ حُسنِ باطن پہ نہیں ـــــ وہ عظمتوں کو ظاہر میں تلاش کرتا ہے حالانکہ وہ تو باطن میں پنہاں ہیں ـــــ اُس کو نہیں معلوم کہ حُسنِ ظاہر کی چمک عارضی و فانی ہے ـــــ دیکھو دیکھو! کتنے چمکنے والے ہماری آنکھوں کے سامنے چمک چمک کر بجھتے جا رہے ہیں ـــــ اور ہاں جو چمکنے تھے اب تک چمک رہے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) ـــــ

باکمال سیرتیں غضب کا اثر رکھتی ہیں ـــــ کمال نہیں تو اثر نہیں ـــــ خلعتِ شاہی کے گُل بوٹوں میں وہ جذب و کشش نہیں جو خرقۂ درویش کے پیوندوں میں ہے ـــــ ایک ایک پیوند لختِ جگر و پارۂ دل بنا ہوا ہے ـــــ اللہ اللہ کس بلا کا اثر ہے کہ خوش پوشوں نے جامہائے رنگین تار تار کر ڈالے۔

لیکن اب صُورتیں ہی صُورتیں ہیں ـــــ سیرتیں معدُوم ہوتی جا رہی ہیں اور وہ تاثیر مٹتی جا رہی ہے جو قلب و نظر کو کھینچ لیا کرتی تھی اور بساطِ عقل و خرد اُلٹ

دیا کرتی تھی ـــــ ہم صُورت پسند ہیں ـــــ ہم صُورت پرست ہیں ـــــ ہماری صُورت پسندی نے ہمیں کھو کھلا کر دیا اور ہماری صُورت پرستی نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا ـــــ انسانوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل و دانائی کا جنازہ نِکل رہا ہے ـــــ نہ معلوم یہ جنازہ کب سے نِکل رہا ہے! ـــــ اللہ اللہ! خُدا نے اِنسان کو کیا بنایا تھا اور وہ خود کیا سے کیا بن گیا ـــــ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰہُ اَسْفَلَ سٰفِلِیْنَ ۝ ـــــ ہاں وہی اِنسان جس کو مسندِ عزت پر بٹھایا تھا، قعرِ مذلّت میں گرا اور اِس گرنے کو معراجِ انسانیت سمجھ بیٹھا ـــــ متاعِ کارواں بھی لُٹ گیا اور احساسِ زیاں بھی جاتا رہا ـــــ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون ـــــ لیکن وہی ہے جو گرتوں کو تھامتا ہے ـــــ اُسی نے دست گیری فرمائی اور رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ابرِ رحمت بن کر چھا گئے ـــــ اِنسان، اِنسان کی غلامی سے آزاد ہو گیا ـــــ شاہوں کے تخت اُلٹ گئے، خِلعتیں پارہ پارہ ہو گئیں ـــــ جینے، مرنے کا سلیقہ آ گیا ـــــ انسانیت و شرافت کا بول بالا ہوا ـــــ سیرتوں کو جِلا بخشی گئی ـــــ صُورتوں پر نکھار آ گیا۔

یہ سب کچھ ہوا مگر ہمارا حال عجیب ہے ـــــ خرمنِ سیم و زر کی ہوس ہے، محلوں کی آرزو ہے ـــــ تختِ سلیمانؑ کی طلب ہے ـــــ اللہ اللہ یہ کیسی طلب ہے اور یہ کیسی آرزو ہے!

ع ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا

اَلْھٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ط ـــــ لیکن ذرا اس کی بلند ہمتی اور عالی حوصلگی تو دیکھو کہ اس نے سیم و زر کے خِرمنوں کو ٹھکرا دیا ـــــ اس کے تن پر خلعتِ شاہی نہیں، پیوند لگی گدڑی ہے ـــــ وہ محلوں اور قلعوں میں نہیں رہتا ـــــ کچے مکان میں رہتا ہے ـــــ وہ دربار لگا لگا کر نہیں بیٹھتا، کوچہ و بازار میں بے تکلفانہ پھرتا ہے ـــــ اس سے ڈر ڈر کر لوگ بھاگتے نہیں، دوڑ دوڑ کر قریب آتے ہیں ـــــ وہ انسانوں سے سجدے نہیں کراتا، وہ تو راتیں

مسجدوں میں گزارتا ہے —— اس نے کبھی خود آگے چل چل کر اور اوروں کو اپنے پیچھے چلا چلا کر انسانیت کو ذلیل و رُسوا نہ کیا —— امیرالمؤمنین ہوتے ہوئے وہ ایسا عاجز و منکسر المزاج ہے کہ خادموں کا خادم ہے —— اس نے خُودی کا وہ درس دیا کہ رہتی دنیا تک یاد رہے گا اور سادگی و تواضع کا وہ راستہ دکھایا کہ اب کوئی نمرود و فرعون خدائی کا دعویٰ نہ کر سکے گا۔

چودہ سو برس پہلے کی بات ہے —— بلکہ اس سے بھی کچھ پہلے کی —— دو مسافر شوقِ دید دل میں لئے لنکا سے نکلتے ہیں —— یہ کون ہیں ؟ —— کافر و مُشرک —— کس کو دیکھنے جا رہے ہیں ؟ —— تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو —— اللہ اللہ ! کہاں لنکا اور کہاں مدینہ طیّبہ ! —— مہینوں اور برسوں کی مسافت —— مگر طلب صادق اور ذوق کامل ہو تو انسان مہر و پروین پر کمند ڈال سکتا ہے —— جستجوئے منزل کشاں کشاں لئے چلی گئی اور وہ چلتے چلے گئے —— سرد و گرم زمانہ سہتے ہوئے سرزمینِ قدس پہ قدم رکھا ہے —— مگر وہ جانِ جاں (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اور وہ یارِ غار، رفیقِ وفا شعار (رضی اللہ عنہ) کی عظمت کا سکّہ دلوں پہ بٹھا دیا —— دیکھنے والوں نے دیکھا اور دیکھ کر حیران رہ گئے —— جب غلام کا یہ عالم ہے تو آقا کا کیا عالم ہوگا !

ے
روحِ مبینش ، صبح تجلّی
لوحِ جبینش ، ماہِ تمامے
برقِ نگاہش ، صد جاں بدامن
زُلفِ سیاہش ، صد دل بدامے
از جسم لرزاں " لرزاں دو عالم
وز زلفِ برہم " برہم نظامے

دل پہ وہ اثر ہوا کہ پھر مٹائے نہ مٹا —— داغِ عشق دل پہ لئے مدینہ سے واپس لنکا پہنچے اور جب سینہ کھول کر دکھایا تو بہارِ محبّت دیکھنے اہلِ محبّت اُمڈ

آئیے ـــــ آؤ آؤ، چودہ سو برس پہلے کی فضاؤں میں چلو! ـــــ سُنو سُنو! یہ کیسی آواز آ رہی ہے!

"وانهم وجدوا اصاحب النبی (صلی اللہ علیه وسلم) عمر بن الخطاب وصف لهم تراضعه وانه کان یلبس مرقعنه ویبیت فی المساجد فتواضعهم لاجل ما حکاهم ذٰلك الغلام ولبسهم الثیاب المرقعنه لما ذکرہ من لبس عمر المرقعه ومحبتهم للمسلمین ومیلهم الیهم لما فی قلوبهم مما حکاہ ذٰلك الغلام عن عمر"[1]

(ترجمہ) "اور وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ـــــ کے صحابی عمرؓ بن الخطاب سے ملے ـــــ اُن کی تواضع کا یہ عالم ہے کہ پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں اور مسجد میں راتیں گزار دیتے ہیں ـــــ یہ سُن کر وہاں کے لوگ از راہِ خاکساری پیوند لگے کپڑے پہننے لگے کہ عمرؓ بھی تو پیوند لگے کپڑے پہنتے ہیں۔ ـــــ مسلمانوں کو ان سے الفت ہو گئی۔

اور اس (مسافر) لڑکے سے حضرت عمرؓ کی باتیں سُن سُن کر مسلمانو کی طرف ان کا دل کھنچنے لگا۔"

---

[1] تیسری صدی ہجری کے ایرانی جہازراں بزرگ بن شہریار نے اپنی تالیف "عجائب الہند" میں یہ روایت نقل کی ہے ـــ یہ کتاب ۱۸۸۶ء میں لیڈن (ہالینڈ) سے شائع ہوئی تھی۔ مولوی مسعود عالم ندوی نے اپنی تالیف 'ہندوستان عربوں کی نظر میں' مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء ص ۲۱۵ میں اسی ایڈیشن سے یہ روایت نقل کی ہے۔ (مسعود)

—— محبّت دل میں گھر کر جائے تو محبوب کی سی صُورت بنانے اور محبوب کا سا لباس پہننے کو جی چاہتا ہے اور اسی میں مزہ آتا ہے —— اللہ اللہ وہ کافرو مُشرک تھے لیکن رازِ محبّت سے آشنا تھے —— ہم مومن و مُسلم ہوتے ہوئے بھی اس راز سے بیگانہ ہیں —— عشق کا دم بھرتے ہیں لیکن محبوب کی سی صُورت بناتے اور محبوب کا سا لباس پہنتے شرم آنے لگی —— شاید عشق و محبت کی دنیا کا یہ اعجوبہ —— نہیں نہیں یہ المیّہ کسی نے نہ دیکھا ہوگا —— اے صُورت پسندو ! اور ہاں صُورت پرستو ! —— اُن کفار و مُشرکین سے سبق لو کہ جُنونِ عشق میں اپنے پیرہن تک چاک کر ڈالے۔

ے دِل سے تیری نگاہ جگر تک اُتر گئی
دونوں کو اِک اَدا میں رِضامند کر گئی ؎۱

؎۱ - محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر : موجِ خیال، ص ۱۹۷ تا ۲۰۱
مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء
محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر : ماہنامہ ضیائے حرم لاہور،
ص ۲۹ تا ۳۱، مطبوعہ لاہور، جنوری ۱۹۷۵ء

خلافت و فراست

مولائے کُل نے فرشتوں سے فرمایا۔

"میں کائناتِ ارضی میں اپنا خلیفہ نامزد کر رہا ہوں"

——— فرشتوں نے عرض کیا،

"خدایا کیا تو اُس کو خلیفہ بنا رہا ہے جو زمین میں فتنہ و فساد کرے گا اور خون بہائے گا؟"

——— فرشتوں نے غلط نہیں کہا تھا اس لئے اُن کو جھٹلایا نہ گیا بلکہ ایک آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا——— علم و دانش کی آزمائش ——— اور اس آزمائش میں مبتلا کر کے بتا دیا گیا کہ خلافت و حکومت کے لئے صرف نیکی و پارسائی کافی نہیں ——— بصیرت و بصارت اور علم و دانش کی بھی ضرورت ہے ——— ہر جاہل و غبی اس لائق نہیں کہ اُس کو خلافت جیسی عظیم ذمّہ داری تفویض کر دی جائے ——— بات معقول ہے ——— چھوٹے سے چھوٹے عُہدے کے لئے بھی ہم انسانوں کو تولتے ہیں، امتحانات ہوتے ہیں، آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، کچھ ناکام ہوتے ہیں اور کچھ کامیاب، تب کہیں جا کر ذمّہ داری سُپرد کی جاتی ہے ——— جب طریقۂ کار یہ ہے اور بہت معقول طریقۂ کار ہے تو پھر خلافت جیسی عظیم ذمّہ داری، علم و دانش کی آزمائش کے بغیر کیسے سپرد کی جائے ——— اسی لئے اقبال نے ایک مغربی مفکّر کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا اور غالباً اسی مشاہدے اور خیال کے تحت کہا تھا۔

~ جمہوریت اک طرزِ حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گِنا کرتے ہیں، تولا نہیں کرتے

مگر جب خالقِ کائنات نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ بنایا تو علم و

دانش کی ترازو میں ان کو تولا گیا اور اس طرح فرشتوں کو خاموش کیا گیا ـــــ ابلیس کا مؤقف یہ تھا کہ تخلیقی اعتبار سے مجھ کو آدم پر فوقیت حاصل ہے ـــــ آدم کو مٹی سے بنایا گیا ہے اور مجھ کو آتش سے ـــــ مگر اس مؤقف کو سختی سے رد کر دیا گیا۔

ہر انتخاب کے لئے فرزانوں کو جمع کیا جاتا ہے، پھر کیوں نہ اس عظیم انتخاب کے لئے فرزانوں کو جمع کیا جائے اور فرزانوں کی بات کو نظر انداز کر کے دیوانوں کے کہے پر عمل کیا جائے، یہ بات دل کو لگتی ہے ـــــ فرزانے کی ایک بات ہزار دیوانوں پر بھاری ہے ـــــ اسی لئے طریقت میں سالک کو مجذوب پر برتری اور فوقیت حاصل ہے ـــــ مجذوب خود راہ پالیتا ہے، دوسروں کو راہ پر لگانا اس کا کام نہیں ـــــ مگر سالک خود بھی راہ پالیتا ہے اور دوسروں کو بھی راہ پر لگا سکتا ہے۔ اسی لئے مجذوب سے زیادہ سالک کی بات مانی جاتی ہے اور مانی جانی چاہیئے، اگرچہ مجذوب کی بات بھی کبھی کبھی تیر بہدف ہوتی ہے اور ایسی تیر بہدف کہ بس دیکھا کیجئے لیکن سالک پھر بھی سالک ہے ـــــ اس کی بات ہی کچھ اور ہے ـــــ اسی کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے :

"اِتَّقُوا فراسة المؤمن فانهٗ ینظر بنور اللّٰہ"

(مومن کی دانائی و فراست سے بچتے رہنا کیونکہ وہ خدا کی روشنی سے دیکھتا ہے)

غالباً اسی حدیث کے مفہوم کو علامہ اقبال نے یوں بیان فرمایا ہے۔

تقدیر اُمم کیا ہے، کوئی کہہ نہیں سکتا
مومن کی فراست ہو تو کافی ہے اشارہ [1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: موجِ خیال مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء
ص ۴۴ تا ۴۶

اِختیار و اِقتدار

انسان ناپختہ و ناتمام ہے، فانی و بے ثبات ہے ـــــ مگر پھر بھی جب کبھی اِس کو عارضی اقتدار ملتا ہے اور کچھ قوّت حاصل ہوتی ہے تو پھُولا نہیں سماتا، کچھ بدل سا جاتا ہے اور جانے پہچانے اِس کے لئے اجنبی بن جاتے ہیں ـــــ کرُسی پر کیا بیٹھتا ہے کہ دماغ آسمان پر چڑھ جاتا ہے، تیوّر بدل جاتے ہیں ـــــ جس کے چہرے سے کبھی مُسکراہٹیں پھُوٹتی تھیں، آج وہی چہرہ مہُیب اور ڈراؤنا نظر آرہا ہے ـــــ ہر شخص سَہما سَہما معلوم ہوتا ہے ـــــ اللہ اللہ یہ عارضی اقتدار، جس کو دے کر یہ کہہ دیا گیا کہ وقتِ مقرّرہ پر چھین لیا جائے گا (یعنی ریٹائر کر دیا جائے گا) ـــــ اور کبھی وقت سے پہلے بھی چھین لیا جاتا ہے ـــــ ہاں اِس عارضی اِقتدار پر یہ گھمنڈ؟ ـــــ بڑی تنگ ظرفی کی بات ہے ـــــ عالی ظرف اِنسان وہ ہے جو اقتدار ملنے کے بعد اور دلرُبا ہو جائے ـــــ خُدا کا شکر ادا کرے کہ مجھ جیسے عاجز اِنسان کو کیا سے کیا بنا دیا، مجھ جیسے ہزاروں اِنسان بے کس و مجبور مارے مارے پھرتے ہیں اور مجھ کو صاحبِ اختیار بنا کر ان بے کسوں کا سہارا بنا دیا ـــــ مَیں مخدوم نہیں خادم ہوں ـــــ یہ کیسی ناشکر گزُاری ہوگی کہ جس خُدا نے مجھے عزّت دی، مَیں اُس کے بندوں سے اِس طرح منہ پھیر لوں! نہیں نہیں مَیں فریبِ اقتدار کے اِس پردے کو چاک کر دوں گا اور خدُا کے بندوں سے فرعونوں کی طرح نہیں اِنسانوں کی طرح ملوں گا اور اُن کے دُکھ درد میں شریک رہوں گا۔

اِنسان نشۂ اقتدار میں چوُر ہو کر اِس حقیقت سے آنکھیں بند کر لیتا ہے کہ رات دن میں ایک بار وہ یقینی طور پر بکیس و مجبُور بنا دیا جاتا ہے ـــــ جابر سے جابر سلطان اور عاجز سے عاجز اِنسان کو خوابِ غفلت میں سُلا دیا جاتا ہے ـــــ اور

پھر واحدِ قہّار اعلان فرماتا ہے:۔

"ہاں وہ اللہ ہی ہے جس کے سِوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ و پائندہ ہے نہ اُس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔"

سونے والے سوتے رہتے ہیں مگر وہ جاگتا رہتا ہے۔ پھر ہمارے اقتدار و اختیار کی حقیقت کیا ہے؟ جاگ جائیں تو مختار اور سو جائیں تو بے کس و مجبور ـــــ یہ بھی کوئی اختیار و اقتدار ہے؟ پھر

موت سے کس کو رُستگاری ہے

آج وہ، کل ہماری باری ہے

سب اِنسان مشیّتِ ایزدی کے تابع ہیں ـــــ کوئی کسی کا تابع نہیں بنایا گیا ـــــ قرآن نے جو یہ کہا ہے کہ "خُدا کی اطاعت کرو، رسول کی اطاعت کرو اور تم میں سے جو صاحبِ حکومت ہو اُس کی اطاعت کرو" ـــــ تو اِس سے مقصد تین علیحدہ علیحدہ اطاعتیں نہیں بلکہ مقصود و مطلوب ایک ہی اطاعت ہے اور وہ خُدا کی اطاعت ہے ـــــ اِسی لئے حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت پر متمکّن ہو کر یہ اِرشاد فرمایا تھا اور بجا اِرشاد فرمایا تھا:۔

"جب تک مَیں اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسُول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کروں، تم میری اطاعت کرو، جب مَیں خُدا اور رسُول کی نافرمانی کروں تو تم کو میری اطاعت کی ضرورت نہیں۔"

اِس لئے کہ اطاعت سے مقصود بالذّات اِنسان کی اطاعت نہیں بلکہ خُدا کی اطاعت ہے ـــــ غور کرو، اِسلام کے اِس تصوّرِ اطاعت نے اِنسان کو کتنا عالی مرتبت بنا دیا ہے ـــــ وہ اِنسان جو مظاہرِ قُدرت کے سامنے سرِ نیاز خم کیا کرتا تھا اُس کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ـــــ جب اطاعت کا یہ جذبہ پیدا ہوتا ہے تو پھر اِنسان اکڑنے کی بجائے سر جُھکا کر چلتا ہے ـــــ اِسی لئے قرآنِ کریم نے خُدا کے نیک بندوں کی ایک

نشانی یہ بتائی ہے کہ

"جب زمین پر چلتے ہیں تو جُھک کر چلتے ہیں"۔

ہاں وہ حضرات جنہوں نے اِقتدار و حکومت کے باوجود اِس جذبۂ اطاعت کی حکمت کو سمجھا ہے، اپنے دورِ حکومت اور دورِ خلافت میں نہایت مُنکسر المزاج رہے ہیں۔ ____ شاہی کی، لیکن فقیروں کی طرح بسر کی ____ حضرت عُمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں بہت سے ایسے واقعات نظر آئیں گے ____ ایک جلیل القدر خلیفہ ہوتے ہوئے بھی اُنھوں نے وہ کام کیے کہ آج ایک معمولی افسر اور معمولی عالم بھی اپنے لئے کسرِ شان سمجھے ____ بھُوکی رعیّت کے لئے اپنے سر پر اناج اُٹھا کے لے جانا کوئی آسان کام نہیں مگر جلالِ خلافت کے ہوتے ہوئے حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے یہ بھی کردکھایا۔[1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: موجِ خیال مطبوعہ ۱۹۷۵ء کراچی ص ۴۶ تا ۴۸

مَعدلت گُستری

عدل وانصاف بارانِ رحمت ہے جس سے معاشرے کی کھیتی پھلتی پھُولتی ہے ـــــ مگر اس کے لئے بڑے دل گُردے کی ضرورت ہے ـــــ یہ کوئی آسان کام نہیں ـــــ پھر جب اپنے یا اپنے کسی عزیز کے خلاف بات آپڑے، اور بھی کٹھن ہے لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اِس نازک موقع پر بھی قلم اٹھایا جائے اور جو بھی فیصلہ ہو بر ملا کر دیا جائے، کسی کی رُو رعایت نہ کی جائے ـــــ عدلِ فاروقی دیکھئے ـــــ شاید دُنیا ایسا عدل وانصاف نہ دیکھ سکے گی ـــــ فرزندِ دلبند ایک جُرم میں ماخوذ ہوئے ـــــ کوڑوں کی سزا سنائی گئی ـــــ ایک دو نہیں اکھٹے اسّی کوڑے ـــــ مگر کِس کو یارا کہ خلیفتہ المُسلمین کے جگر گوشے پر ہاتھ اٹھائے ـــــ جب کسی نے ہمت نہ کی اور سب کی ہمّت جواب دے گئی تو اپنے ہاتھ میں کوڑا لیا اور لختِ جگر پر پے در پے مارنا شروع کر دیا ـــــ دیکھنے والوں کے دل دہلے جاتے تھے مگر دستِ فاروقی رُکنے کا نام نہ لیتا تھا ـــــ اِدھر اسّی کوڑے پورے ہوئے اُدھر فرزندِ دلبند جاں بلب ہوئے ـــــ اپنے زانو پہ سر رکھا کہ اب یہ گناہ گار نہیں ۔ سزا نے اُس کو مُصفّٰی و مُجلّٰے کر دیا ہے ـــــ مگر دیکھتے ہی دیکھتے قفسِ عنصری سے رُوحِ پرواز کر گئی ـــــ اللہ اللہ شریعت کی پاسداری ہو تو ایسی ہو ـــــ کیا تاریخِ عالم عدل و انصاف کی ایسی نظیر پیش کر سکتی ہے ؟

قرآنِ کریم نے عدل کا معیار یہ رکھا ہے کہ اگر فیصلہ اپنے والدین کے خلاف بھی ہو تو ذرا نہ ہچکچایئے، بر ملا فیصلہ کر دیجئے، خواہ دشمن ہی کے حق میں کیوں نہ ہو ـــــ اپنوں کو بچا لینا اور زبردستوں کو چھوڑ دینا تقاضائے انصاف نہیں ـــــ اِس طرزِ عمل سے خوشگوار اور پُر امن ماحول پیدا ہو ہی نہیں سکتا ـــــ اِسی لئے حضرت صدیقِ اکبر

نے مسندِ خلافت پر بیٹھ کر فرمایا تھا اور کیا خوب فرمایا تھا :

"جو تم میں کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے'
انشاء اللہ اُس کا حق دلاؤں گا ـــــــ جو تم میں
قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے' انشاءاللہ
اُس سے حق لے کر چھوڑوں گا۔"

امیر المؤمنین کا عزم و حوصلہ دیکھئے ـــــــ اے کاش ! معدلت گستری کی اِس راہ پر ہم بھی گامزن ہو سکیں !

عہدِ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ایک شریف گھرانے کی عورت نے چوری کی جُرم ثابت ہو گیا' حکم دیا گیا کہ ہاتھ کاٹ دیا جائے کہ دوسروں کو عبرت ہو ـــــــ دورِ جدید کی طرح وہاں زِنداں کے خِلوت کدوں میں سزا نہ دی جاتی تھی ـــــــ کسی کو کیا خبر ! ـــــــ سزا عبرت بنے تو کیسے بنے ؟ ـــــــ اِسلامی سزاؤں میں یہ نُکتہ پیشِ نظر رکھنا چاہیئے کہ وہاں سزا سے اصلاحِ معاشرہ مقصود ہوتا ہے ـــــــ یہ سزا مُعاندانہ نہیں مُصلحانہ ہوتی ہے ـــــــ شریعت کو مُجرم سے عناد نہیں ـــــــ اُس کے پیشِ نظر تو اصلاح اور صرف اصلاح ہے ـــــــ کسی کو خِلوت کدے میں اذیت پہنچا کر معاشرے کی اصلاح قطعاً ناممکن ہے ـــــــ ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ حکم دیا گیا کہ مجرمہ کا ہاتھ کاٹ دیا جائے' شریف گھرانے کی عورت تھی معمولی بات نہ تھی' شرفاءِ مکّہ جمع ہوئے اور دربارِ رسالت پناہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں سفارش کے لئے پہنچے ـــــــ عرض کیا کہ اگر اس کو سزا دی گئی تو سارے کا سارا گھرانہ بدنام ہو جائے گا ـــــــ معلوم ہے یہ سُن کر رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کیا فرمایا :
سُنو ! سُنو ! آپ نے فرمایا !

"خُدا کی قسم ! اگر محمّد کی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو اُس کا ہاتھ
بھی کاٹ دیا جاتا۔"

اِس کے بعد فرمایا اور کیا عجیب نُکتہ اِرشاد فرمایا :

"پچھلی قومیں اِس لئے تباہ ہوئیں کہ جب اُن میں کوئی
با اثر انسان جُرم کرتا، چھوڑ دیا جاتا، غریب و بے بس
جُرم کرتا پکڑ لیا جاتا۔"

یعنی جس پر بس چلتا پکڑ لیا جاتا، بس نہ چلتا چھوڑ دیا جاتا ——— یا یوں کہیے جِس کو دل چاہتا پکڑ لیا جاتا اور جُرم و سزا کے تناسب کو پیشِ نظر رکھے بغیر جو سزا چاہتے دے دیتے ——— یہ معدلت گُستری نہیں، ہوس پرستی ہے اور عدل و انصاف میں ہوس کا مُطلق دخل نہیں ——— دُنیا میں جہاں کہیں عدل و انصاف کی اِس طرح مٹی پلید ہو، معاشرے کا سُدھرنا مُشکل ہے ——— مُشکل ہی نہیں ناممکن ہے اور پھر ہر فرد کا دل سے مطیع و فرماں بردار ہونا امر محال ہے ——— ایسے معاشرے میں خلوص کی جگہ ریا لے لیتی ہے، اطمینان و سکون کی جگہ خوف اور امن و امان کی جگہ فتنے [1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر موجِ خیال مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء
ص ۴۸ تا ۵۰

اِحتساب واِکتساب

ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے، ہاں سب اپنے خُدا کے آگے جوابدہ ہیں ــــ جو قدم قدم پر یہ خیال رکھے گا وہی کچھ پائے گا ــــ اگر جواب دہی اور مُحاسبہ کا کھٹکا نہ رہے تو انسان فرعونِ بے سامان بن جائے اور فیلِ بے مہار کی طرح ہر کس وناکس کو رَوندتا پھرے ــــ نبیٔ مُحترم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے زیادہ کون پاکباز اور معصوم ہوگا مگر دیکھو وہ بھی مُحاسبے اور جوابدہی کے لئے خود کو پیش فرما رہے ہیں ــــ اپنے خُدا ہی کے سامنے جوابدہ نہیں ــــ عالی ظرفی تو دیکھو کہ اپنے جانثاروں کے سامنے بھی جوابدہ ہیں، جو کہتے ہیں کر دکھاتے ہیں ــــ باتوں سے دِلوں کو رام نہیں کیا جاسکتا۔ یہ بات تو عمل سے پیدا ہوتی ہے۔

دُنیا سے کُوچ فرما رہے ہیں ــــ وقت آپہنچا ہے ــــ جانثاروں سے الوداعی ملاقات ہو رہی ہے ــــ ایک ہی مجلس میں آقا اور غلام بیٹھے ہیں ــــ آقا فرمارہے ہیں ــــ

"اگر کِسی کے ساتھ زیادتی ہو گئی ہو تو مَیں حاضر ہوں بدلہ لے لے!"

ــــ یہ آواز کیا آئی کلیجے پھٹ گئے، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ــــ مگر ایک گوشے سے ہمّت کر کے ایک غلام آگے بڑھتا ہے ــــ حاضرین سکتے میں رہ گئے ــــ وہ غلام آقا سے مُخاطب ہو کر کہتا ہے:

"ایک دن آپ کے دستِ مبارک سے میری پیٹھ پر چابک لگا تھا"

84462

فرمایا:

"آؤ بدلہ لے لو!" ــــــ

غلام آگے بڑھتا ہے ــــ حاضرین حیرت زدہ ہیں کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے، غلام آقا کے قریب پہنچتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ:۔

"جس وقت چابک لگا تھا، میری پیٹھ ننگی تھی۔"

آقا اپنا پیراہن اُلٹ دیتے ہیں ــــ پیراہن الٹنا تھا کہ غلام نے آگے بڑھ کر مہرِ نبوت کو چوم لیا اور کامیاب و کامران اُلٹے پاؤں واپس آگیا۔

آپ نے دیکھا، آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ کچھ کر کے دکھا دیا، دُنیا کے کسی آقا نے نہ دکھایا ہوگا ــــ کس کی مجال جو اُس رؤف و رحیم سے بدلہ لے مگر نہیں وہ اپنے بدلہ لینے والوں کے لئے بھی رؤف و رحیم ہیں۔

بیعت الرضوان کے موقع پر کیا کچھ نہ ہوا ــــ معاہدے کے نِکات پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سخت اعتراض فرمایا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی تُرش روئی اور تلخی کے ساتھ سوال و جواب کئے جس کا ہمیشہ اُن کو قلق رہا۔ ــــ مگر قربان جایئے اُس رحمتِ عالم کے، اپنے جانثاروں کو کیسا لاڈ پیار کیا! کوئی کر کے تو دکھائے! ــــ کچھ نہ فرمایا، بس یہی فرمایا کہ جو کچھ کیا گیا، درست ہے۔ ــــ اُلٹے قدموں مدینہ لوٹے، تھوڑی دُور گئے ہوں گے کہ سورۂ فتح نازل ہوگئی اور یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی کہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ فرمایا تھا بجا و درست تھا ــــ وحیِ الٰہی نے معاہدے کی توثیق کر دی اور دُنیا والوں کے کانوں نے فتح و نصرت کے شادیانے بجتے بھی سُنے ــــ مکہ فتح ہوا اور اِس شان سے فتح ہوا کہ بس دیکھا کیجیے۔

جواب دہی اور محاسبے کے لئے ہر وقت تیار رہنا اور فرعونِ بے سامان نہ بننا ایک انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے اسی لئے انسانِ کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ کا یہ پہلو نہایت تابناک ہے ــــ اُن کے غلاموں کا حال پڑھیئے، یہاں بھی عکسِ جاناں نظر آتا ہے ــــ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مدعا علیہ کی حیثیت سے مدینے کی عدالت میں حاضر ہیں اور دنیا کو بتا رہے ہیں کہ دنیا کا بڑے سے بڑا انسان اپنے خدا کے سامنے بھی جواب دہ ہے اور عدالت کے سامنے بھی ـــــــ وہ معصوم نہیں، اگر جواب دہی کا یہ کھٹکا نہ لگا رہے تو پھر قوت اور اقتدار ملنے کے بعد انسان کے جو جی میں آئے، کرتا پھرے، کوئی روک ٹوک نہ ہو۔ ایسے انسان کے پاس لوگ کھنچ کھنچ کر نہ آئیں گے بلکہ ڈر ڈر کے بھاگیں گے کہ کہیں پکڑ نہ لے۔

دلوں کو جیتنا بہت مشکل ہے ـــــــ یہ بات اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ٹھنڈے دل سے دوست و دشمن سب کی سنے اور ہر وقت ہر ایک کے سامنے جوابدہی کے لئے تیار رہے خصوصاً اپنے رفیقوں اور غمخواروں کے سامنے ـــــــ جسموں پر حکومت کرنا بہت آسان ہے ـــــــ مگر تیر و تفنگ کے ذریعے جسموں پر حکومت کرنے والے مٹ گئے اور تلخ یادیں چھوڑ گئے ـــــــ ہاں دلوں پر حکومت کرنے والے نہ مٹ سکے کہ اُن کی یادیں اب بھی بہارِ جسم و جاں ہیں۔[1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر، موجِ خیال ص ۵۰ تا ۵۲، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء

تمغات وخِطابات

دُنیا کے بادشاہوں، نوابوں، راجاؤں اور سپہ سالاروں کی تصویریں دیکھئے، اُن کے جسمِ فانی پر تمغات قطار اندر قطار نظر آئیں گے ــــ ذرا دیکھئے تو سہی ننھّی سی جان پر کیا کیا آویزاں ہے اور یہ کس مصیبت میں مُبتلا ہے ؟ ــــ کیا ایک تابناک سیرت کو اِن تکلّفات کی ضرورت ہے ؟ ــــ ہر گز نہیں ہر گز نہیں ! ــــ

وہ خُود تمغۂ دو عالم ہے ــــ اُس کو کسی تمغے کی ضرورت نہیں ــــ

دیکھو دیکھو مدینہ کی بستی میں ایک غریب نواز بیٹھا ہے (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) ــــ اُس کے غلاموں نے تاجِ شاہی کو رَوندا ہے ــــ اُس کی ہیبت سے عالم لرزاں ترساں ہے ــــ

ظاہر میں غریب الغربا پھر بھی یہ عالم
شاہوں سے سوا سطوتِ سُلطانِ مدینہ

ہاں اُس غریب نواز کی ادائے دل نواز نے سب شاہی ٹھاٹ باٹ خاک میں مِلا کر رکھ دیے ــــ اُس کے جسمِ نازنین پر ایک کملی ہے ــــ کملی پر کوئی تمغہ نہیں ــــ پیوند ہی پیوند ہیں مگر پھر بھی اندر باہر سے چمک رہا ہے اور اِس کی چمک دمک سے عالم کی نگاہیں خِیرہ ہو رہی ہیں ــــ اُس کے پاس نہ کوئی تمغہ ہے اور نہ کوئی خطاب اور نہ اُس کو تمغہ وخطاب کی ضرورت ــــ وہ رسُولِ ربّ العالمین ہے ــــ رحمت اللعالمین ہے ــــ وہ صرف خُدا کی عطا پر جی رہا ہے اور اُسی نے اُس کو وہ عروج بخشا ہے کہ مہ و پروین کو اُس نے روندا ہے ــــ وہ صرف رضائے الٰہی کا طالب ہے ــــ یہی وہ تمغہ ہے جس کے بعد کسی تمغے کی ضرورت نہیں ــــ اُس کے پاس کچھ نہیں لیکن سب کچھ ہے ــــ وہ دُنیا سے بےنیاز

ہے اور دُنیا والوں کے لئے ایک مثالی نمونہ ـــــ کامل نمونہ ـــــ زندۂ جاوید نمونہ ـــــ اس نے یہ راز بتایا کہ سیرت تابناک ہو تو پھر پیوند لگے کپڑے ہزار تمغوں اور سینکڑوں خطابات پر بھاری ہیں۔ ـــــ

اور دیکھو دیکھو اُس کا غلامِ وفا شعار، فاروق باوقار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) پیوند لگے کپڑے پہنے ہے اور مسندِ خلافت پر بیٹھا ہے ـــــ عالم میں غُلغلہ بپا ہے ـــــ ایک ایرانی سیّاح لکھتا ہے کہ لنکا سے دو تین ہندو ہزاروں میل کی مسافت طے کر کے مدینہ پہنچے اور اُس خلیفۂ رسُول کا حال دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے ـــــ مگر اُس کی سادگی کا وہ نقش، دل پر لے گئے کہ جب لنکا جا کر یہ ماجرا سُنایا تو سب نے (مُشرک و کافر ہوتے ہوئے) فاروقِ اعظم کی یاد میں پیوند لگے کپڑے پہنے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ـــــ یہ تمغے نہ تھے ـــــ یہ پیوند تھے لیکن دیکھو دیکھو لگاہِ اغیار میں یہ تمغے بن گئے ـــــ سب لگا رہے ہیں اور خوشی خوشی لگا رہے ہیں۔ ـــــ

دُنیوی تمغات و خطابات دُنیا ہی میں رہ جائیں گے ـــــ آخرت میں کس کام آئیں گے؟ ـــــ وہاں نیک اعمال ہی کام آئیں گے ـــــ لیکن غفلت کا کچھ ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ تمغات و خطابات کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں ـــــ اور جب یہ ملتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ دولتِ کونین مل گئی ـــــ غفلت کی انتہا ہے کہ قبروں کے کتبوں پر اِن تمغات و خطابات کو کندہ کرایا جاتا ہے حالانکہ یہاں اِن کا ذکر و فکر عبث ہے ـــــ یہاں پکارنے والا پکار رہا ہے ـــــ خبردار! یہاں ڈگریوں تمغوں اور خطابوں کا ذکر نہ کرنا ـــــ یہ میدانِ محشر ہے ـــــ ہاں نیک عمل ہے تو ضرور پیش کرو، پورا پورا صلہ دیا جائے گا ـــــ ورنہ تمھارے اعمال تمھارے مُنہ پر مار دیئے جائیں گے۔

اگر انسان ذرا بھی عقل سے کام لے، وہ تمغات و خطابات کے پردۂ فریب کو چاک کر کے صحرا میں نکل کھڑا ہو اور پھر وہ خُوبی پیدا کرے جو ہزار تمغوں پر بھاری

ہو ـــــ جن کو خدا نے عقل دی اُنھوں نے تختِ شاہی چھوڑا ـــــ قلمدانِ وزارت چھوڑا اور ـــــ پھر فقیری میں وہ بات پیدا کی جو شاہی میں بھی میسّر نہ آسکی ـــــ ۱؎

اپنی مدد آپ

اپنی مدد آپ ایک اچھا اصول ہے ـــــ ہمارے اَسلاف اور ہمارے بزرگوں نے یہی کرکے دکھایا ہے ـــــ فاروقِ اعظم اونٹ پر سوار جارہے ہیں ـــــ چابک گر گیا ـــــ راہگیروں سے نہ مانگا ـــــ سواری کو روکا، نیچے اُتر کر خود اٹھایا ـــــ کہ طلب بہر حال طلب ہے ـــــ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے افضل ہے ـــــ اور سُنیے ـــــ بیت المال سے ایک اُونٹ گم ہو گیا ـــــ مدینہ کی گلیوں میں بنفسِ نفیس تلاش کرنے پھر رہے ہیں ـــــ شُرفاءِ مدینہ نے کہا :

"آپ نے خود کیوں تکلیف کی کسی غلام کو بھیج دیا ہوتا"

ـــــ معلوم ہے فاروقِ اعظم نے کیا جواب دیا ؟ ـــــ آپ نے فرمایا :

"اللہ اکبر! کیا مجھ سے بڑھ کر بھی کوئی غلام ہے ؟"

اللہ اللہ! وہ بات کہہ دی کہ پندارِ شاہی اور زُعمِ افسری کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ـــــ لیکن ہمارے معاشرے میں شاہی ٹھاٹ باٹ اب تک قائم ہے ـــــ

۱؎ محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: موجِ خیال مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء
ص ۱۶۰ تا ۱۶۲

کارواں کہاں سے کہاں نکل گیا لیکن ہم ظلمتوں کی نذر ہو گئے ــــــ

دفتروں میں دیکھئے ــــــ کالجوں میں دیکھئے ــــــ کوچہ و بازار میں دیکھئے ــــــ گھروں میں دیکھئے ــــــ بہت سے "اپاہج" نظر آئیں گے ــــــ

دفتر میں صفائی کرنا اور نیچے گری ہوئی چیز اٹھا کر دینا چپڑاسی کا کام ہے ــــــ کالجوں اور سکولوں میں سینکڑوں طلبہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں ــــــ ساری ذمہ داری ایک دو چپڑاسیوں اور ایک دو مالیوں پر ہے ــــــ طلبہ کا کام صرف لکھنا پڑھنا ہے ــــــ بلکہ یہ کام تو پہلے کرتے تھے ــــــ اب تو کھیلنا، کودنا اور شرارتیں کرنا ہے ــــــ مستثنیات کی بات الگ ہے ــــــ ہاں تو اُن کے لئے اپنا ڈیسک اور میز کرسیاں صاف کرنا کسرِ شان ہے ــــــ یہ تو بڑی چیز ہے کالج کے لان اور سبزہ زار میں پتا اِدھر سے اُدھر نہیں کر سکتے ــــــ ہاں گل چینی کا کام اچھا آتا ہے ــــــ اُجڑوانا ہو تو منٹوں میں اُجاڑ دیتے ہیں ــــــ مستثنیات کی بات الگ ہے ــــــ

کوچہ و بازار میں صفائی کا خیال رکھنا صرف حلال خوروں کا کام ہے، ہمارا کام کوڑا پھیلانا ہے ــــــ گھروں میں جہاں سارا کام نوکروں کے سر ہے وہاں بھی صفائی کا خیال رکھنا نوکروں کا کام ہے ــــــ گھر والوں کا کام چیزیں الٹ پلٹ کرنا اور کوڑا پھیلانا ہے ــــــ بالخصوص مردوں کا کام یہی ہے ــــــ وہ دفتروں میں ملازمت کرتے ہیں، گھر پر چھٹی گزارتے ہیں ــــــ نازک مزاجی کی انتہا ہے ــــــ ذرا صاحب بہادر کو دیکھئے ایک ننھا سا فائل چپڑاسی لئے پیچھے پیچھے رواں دواں ہے اور وہ آگے آگے شاہانہ آن بان کے ساتھ چلتے جا رہے ہیں ــــــ بُرا ہو اِس جھوٹی شان و شوکت کا جس نے اچھے خاصے توانا و تندرست انسان کو اپاہج بنا کے رکھ دیا ــــــ خلافتِ فاروقی میں مدینے کے بیچ بازار میں جا رہے ہیں ــــــ آگے آگے وہ اور پیچھے پیچھے کچھ لوگ ــــــ سرِ بازار جج صاحب کے ایک دُرّہ رسید کیا اور فرمایا:

"یہ آگے آگے چلنا تمھارے لئے فتنہ اور پیچھے چلنے
والوں کے لئے ذلّت و رُسوائی ہے"

اللہ اللہ! احترامِ انسانیت کا کیا درس دیا ہے ـــــ جب تک ابنائے جنس کا دل میں احترام نہ ہو اور جب تک عزّتِ نفس کا پاس ولحاظ نہ ہو، انسان اپنی مدد آپ نہیں کر سکتا ـــــ وہ عزّت اِسی میں سمجھتا ہے کہ اپنے کاموں کے لئے دوسروں سے مدد لی جائے ـــــ حالانکہ اِس میں عزّت نہیں، سراسر ذِلّت ہے ـــــ قرُبان جایئے اُن نفوسِ قدسیہ کے جنھوں نے احترامِ انسانیت کا درس دیا اور عزّتِ نفس کا سبق پڑھایا ـــــ اے یارانِ وطن اور اے فرزندانِ قوم! ہوش سنبھالو، خود اعتمادی پیدا کرو ـــــ خود کام کرنے کی عادت ڈالو ـــــ اِس کو عار نہ سمجھو ـــــ یہ سُنّتِ رسُولِ کریم ہے لیکن اگر تمھیں سُنّت سے چڑ ہے (معاذ اللہ استغفر اللہ) تو پھر سُنو کہ ملکِ چین اِسی سُنّت پر عمل پیرا ہو کر پچیس سال کے اندر اندر دُنیا کی تیسری بڑی طاقت بن چکا ہے ـــــ اور ہم نے اس مدّت میں رہی سہی قوّت بھی گنوا دی ہے اور اب تعمیرِ نو کی فکر میں لگے ہیں ـــــ لیکن جب تک خود ہاتھ پیر نہ ہلائیں گے، تعمیرِ نو مشکل ہی نہیں، ناممکن ہے ـــــ بڑھو بڑھو کہ زمانہ قیامت کی چال چل رہا ہے [1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: موجِ خیال مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء
ص ۱۶۴ تا ۱۶۶

مقتُول و معزُول

کیا کچھ نہ تھا ــــــ حفاظتِ جاں اور آرامِ جاں کے لئے سب ہی کچھ میسّر تھا ــــــ لیکن جس کو خدُا مارنا چاہے اُس کو کوئی ایک آن زندہ نہیں رکھ سکتا ــــــ اور جس کو خدُا جلانا چاہے، کوئی مار نہیں سکتا ــــــ حفاظت کے ظاہری اسباب حکمِ الٰہی کے آگے نابود ہو کر رہ جاتے ہیں۔ ــــــ

کس شان سے سواری چلی ــــــ دیدنی تھی، شنُیدنی تھی ــــــ کیل کا کھٹکا نہ تھا ــــــ کیل کانٹے سے لیس ہر طرف چاق وچوبند فوجی جوان ــــــ خُفیہ پولیس کے جوان الگ مصرُوفِ کار ــــــ سب اپنا اپنا فرض ادا کر رہے ہیں ــ مگر ملک الموت نے اُس کو تاک لیا ہے ــــــ دیکھنے والے حیران ہیں ــــــ کیا ایسا بھی ممکن ہے ــــــ ہاں ایسا ہی ہو کر رہے گا ــــــ آن کی آن میں ایک گولی نکلی اور اُس جانِ ناتواں کا کام تمام کر گئی جس کی حفاظت میں سب لگے ہوئے تھے ــــــ یہ کون تھا؟ ــــــ یہ امریکہ کا مشہور صدر آنجہانی کینیڈی تھا۔

موت برحق ہے ــــــ آنی ہے، خواہ ہم بند کمروں اور بند گنبدوں میں جا بیٹھیں ــــــ ایک مجلس میں ایک اسسٹنٹ کمشنر صاحب تشریف فرما تھے ــ یہ فقیر بھی حاضر تھا ــــــ کہنے لگے، ”اگر حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) اپنی جان کی حفاظت کے لئے پولیس کا اِہتمام کرتے تو یوں شہید نہ ہوتے اور اسلام کے لئے بہت کچھ کر سکتے تھے“ ــــــ جب موت کی عظیم حقیقت نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو اِنسان اِسی طرح سوچا کرتا ہے ــــــ افسوس جب ہم زندگی کی بات کرتے ہیں تو موت کو فراموش کر دیتے ہیں ــــــ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین نے اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ شاہانہ

کر و فر ایک تماشا ہے ——— موت کے آگے کسی کی پیش نہیں چلتی ——— آن کی آن میں خاک میں ملا دیا جاتا ہے ——— پھر یہ ظاہری شان و شوکت حرکتِ طفلانہ نہیں تو اور کیا ہے؟

مقتول کی داستانِ خونچکاں سُن چکے ——— اب معزول کی عبرت انگیز کہانی سُنو ——— یہ دُنیا عبرت کدہ ہے ——— یہاں عبرت حاصل کرو! ——— خُدا تو دیکھتا ہی ہے لیکن زندہ قومیں اپنے حاکموں پر نگران رہتی ہیں ——— اُن کو من مانی نہیں کرنے دیتیں ——— اُن کے بہلاوے یا فریب میں نہیں آتیں ——— اُن میں گریبان پکڑنے کا حوصلہ ہوتا ہے ——— وہ بُت پرست نہیں ہوتیں، بُت شکن ہوتی ہیں ——— اور جب اِقتدار کے نشے میں حاکم اعلیٰ کچھ اُلٹا سیدھا کر بیٹھتا ہے تو وہ قوم اُس کا دامن پکڑ کر تار تار کر دیتی ہے ——— پھر وہ ہکا بکا رہ جاتا ہے ——— اور نشہ ہرن ہو جاتا ہے ——— خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاتا ہے ——— آنکھیں کھُل جاتی ہیں ——— بہت ہاتھ پیر مارتا ہے مگر نِکل نہیں پاتا ——— جس قوم میں اِحتساب کی جُرأت ہو، وہ غلام نہیں رہ سکتی ———

نکسن معزول ہوا اور عُروج و زوال کی یادگار بن کر رہ گیا ——— زوال آیا تو آنکھیں کھُلیں اور بے ساختہ پکار اٹھا ——— "ہاں، اب پستیوں میں بلندیوں کا شدید احساس ہو رہا ہے" ——— ایک بڑی نفسیاتی حقیقت بیان کر گیا ——— لیکن جو بلندیوں میں بھی پستیوں کا احساس رکھتے ہیں ——— کبھی پستیوں سے ہمکنار نہیں ہوتے ——— بلندیاں اُن کا مقدر ہو چکی ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب دیکھو اپنے سے نیچے دیکھو کہ بلندیوں پر شکر کرنے کو جی چاہے ——— اللہ اللہ عظمت کا کیسا اچھا گر بتا دیا ——— فقیری میں شاہی کا مزہ چکھا کر شاہوں کو فقیری کا رسیا بنا دیا۔ [1]

---

[1] محمد مسعود احمد، پروفیسر ڈاکٹر: موجِ خیال مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء ص ۲۰۳ تا ۲۰۵
〃 〃 〃 〃 〃 ماہنامہ ضیائے حرم لاہور شمارہ مئی ۱۹۷۵ء ص ۹۰/۹۱

رفیقۂ حیات

جہاں جاتے ہیں، ساتھ جاتی ہے ـــــ ایک دم جُدا نہیں ہوتی ـــــ
قدم قدم پر جان کے ساتھ لگی ہے ـــــ کون؟ ـــــ

ع وہ ایک مُشتِ خاک کہ صحرا کہیں جسے

"تم کو مٹی سے پیدا کیا اور سارے عالم میں پھیلا دیا" ـــــ "تم کو مٹی سے پیدا کیا اور مٹی میں لوٹا دیا جائے گا" ـــــ اور ہاں ـــــ "اِسی مٹی سے پھر اٹھایا جائے گا" ـــــ اس سے مَفر مقر نہیں ـــــ

یہ خاک ـــــ ہاں یہ خاک ـــــ زمین پر پڑی ہے ـــــ ہَوا کے دوش پر اُڑ رہی ہے ـــــ پیروں تلے مچل رہی ہے ـــــ بڑھ بڑھ کے بَلائیں لے رہی ہے ـــــ کہیں ساتھ نہیں چھوڑتی ـــــ بڑی وفادار ہے ـــــ کیسی رفیقۂ حیات ہے! ـــــ ہم الگ تھلگ رہنا چاہتے ہیں ـــــ ہم قلعوں میں، محلوں میں، کوٹھیوں میں، بنگلوں میں بچ بچ کر رہتے ہیں ـــــ مگر وہ الگ تھلگ رہنا جانتی ہی نہیں ـــــ بڑی مِلنسار ہے ـــــ بڑی کریم ہے ـــــ بڑی شفیق ہے ـــــ بڑی مہربان ہے ـــــ

ہاں مٹی سے نفرت کرنے والو! دیکھو دیکھو عالم کا تاجدار مٹی پر بیٹھا ہوا ہے ـــــ دیکھو دیکھو فاروقِ اعظم، جس کی ہیبت سے ایک عالم ترساں تھا، اِسی مٹی پر لیٹا ہے ـــــ ہاں مٹی سے پیار کرنا سیکھو کہ لالہ و گل بن کر اُبھر سکو ـــــ لیکن وہ پیار نہیں جس نے جنّت کو دوزخ بنا دیا ہے ـــــ جس نے شکاری اِنسان کو خود شکار بنایا ہے ـــــ جس نے غالب کو مغلوب، حاکم کو محکوم اور مُختار کو مجبور بنا دیا ہے ـــــ جس نے رہبر کو رہزن بنا کر عظمتِ پیشوائی کو خاک میں مِلا دیا ـــــ

نہیں نہیں ـــــ یہ پیار نہیں ـــــ وہ پیار جس نے قلب و نظر کو وُسعت بخشی ـــــ جس نے زمین پر پڑنے والے سجدوں کو رفعت بخشی ـــــ جس نے شاہی میں فقیری کی چاشنی ملائی ـــــ جس نے زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا۔[1]

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا غیر مُسلموں سے حُسنِ سلوک

ایک نظریاتی حکومت میں اُن لوگوں کے لئے جگہ نہیں ہوا کرتی جو اُس نظریئے کے دل سے مخالف ہوں اور ہر وقت کاٹ میں لگے رہتے ہوں ـــــ ایسے لوگوں کو گوارا کرنا مستقبل کے لئے فتنوں کو دعوت دینا ہے لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کے ساتھ بھی حُسنِ سلوک رَوا رکھا ـــــ اُن کے مال کی حفاظت کی، اُن کی جان کی حفاظت کی، اُن کے مذہب کی حفاظت کی، اُن کے شعائرِ قومی کی حفاظت کی، اُن کے معابد کی حفاظت کی، اُن کی تہذیب و تمدّن کی حفاظت کی، اُن کے غریبوں اور ضعیفوں کی کفالت کی، اُن کے دشمنوں سے مقابلہ کیا ـــــ غرض وہ کچھ کیا جو اِس ترقی یافتہ دَور میں بھی نہیں کیا جا سکتا ـــــ اِس ترقی یافتہ دَور میں نظریاتی حکومتوں میں حکومت سے اختلاف رکھنے والا گردن زدنی، سوختنی اور کُشتنی ہے ـــــ جہاں رَواداری نظر آتی ہے وہاں صرف دِکھاوا ہی دِکھاوا ہے، حقیقت کچھ اور ہے ڈبلیو منٹگمری واٹ (W. Montgomery Watt) غیر مُسلموں کے

---

[1] محمد مسعود احمد: پروفیسر ڈاکٹر موجِ خیال مطبوعہ کراچی ۱۹۷۷ء ص ۲۳۹ تا ۲۴۰

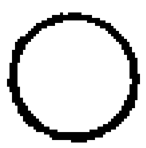
ماہنامہ ضیائے حرم لاہور

عناد و اختلاف کے باوجود عہدِ فاروقی میں مسلمانوں کی وسعتِ قلبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"Despite this obstinacy, at it appeared to them, the Muslims were prepared to tolerate Jews and Christians as, "protected groups" with in the Islamic state and to admit that their presence did not conflict absolutely with its religious basis," [1]

ترجمہ:۔ (ذمیوں کی) اس سرکشی اور خود رائی کے باوجود (جو مسلمانوں کی نظر میں سرکشی و خود رائی ہی تھی) سلطنتِ اسلامیہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کو ذمی کی حیثیت سے قبول کرنے کے لئے مسلمان تیار تھے اور یہ تسلیم کرتے تھے کہ ان یہود و نصاریٰ کی موجودگی سلطنت کی مذہبی اساس سے بالکل متصادم نہیں۔"

ہم پرانی شراب کو نئے پیمانوں سے ناپتے ہیں لیکن اصولِ تنقید یہ ہے کہ پرانی شراب کو پرانے پیمانوں سے ناپا جائے ـــــ اگر ایسا کیا گیا تو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا حُسنِ سلوک، ظلم و استبداد اور تعصب و تنگدلی کی اِن فضاؤں میں آفتابِ عالمتاب کی طرح چمکتا نظر آئے گا ـــــ آؤ آؤ! اغیار کی جفاکاریوں کے اِس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں اِسلام کی اِس چاندنی کا چھٹکنا دیکھو!

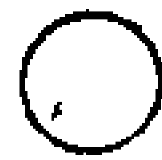


عہد و پیمان کی پاسداری، اِنسان کی شرافت و صداقت شعاری کا معیار ہے۔ ـــــ جو شخص معمولی سے معمولی عہد و پیمان کا پاس و لحاظ رکھتا ہے بلاشبہ وہ گلشنِ شرافت کا گُلِ سرسبد اور دیارِ صداقت کا تاجدار ہے ـــــ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اغیار سے کئے گئے عہد و پیمان کا جو پاس و لحاظ رکھا، شاید ہی کسی نے رکھا ہو

لے

1 W. Montgomery Watt: Islam and the Integration of society. Canda 1966. P, 158

بلکہ اس دور میں بھی مشکل ہے ـــــ آج کل دوستوں سے کئے گئے عہد و پیمان کا خیال نہیں رکھا جاتا تو اغیار سے کئے گئے عہد و پیمان کا کہاں خیال رکھا جاسکتا ہے! بلکہ دورِ جدید میں تو عہد شکنی سیاسی مصلحتوں کا تقاضا ہے ـــــ لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کا دامنِ صداقت، عہد شکنی کے داغ سے داغدار نہیں ـــ دیکھو دیکھو رئیس خوزستان (ایران) ہُرمز، دربارِ فاروقی میں قید ہوکر آیا ہے، گردن زدنی ہے کہ اِس نے بہت سے مسلمان افسروں کو شہید کیا ہے۔ قتل کا مُصمم ارادہ ہے۔ اچانک وہ پانی مانگتا ہے اور پانی پینے تک کی امان طلب کرتا ہے امان دی جاتی ہے لیکن وہ پانی نہیں پیتا رکھ دیتا ہے[1] یا پھینک دیتا ہے۔ حاضرین ہکا بکا رہ جاتے ہیں ـــــ اگر کوئی اور ہوتا تو دشمن کی اِس حرکت سے اور طیش میں آجاتا، لیکن نہیں نہیں، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ہاتھ روک لیا ـــــ عہد و پیمان کی اِس پاسداری کو دیکھ کر ہُرمز حیران رہ گیا اور اُسی وقت مسلمان ہوگیا ـــــ



جب غالب، مغلوب سے معاہدہ کرتا ہے تو خواہ وہ ایک ہی دین و ملت کے کیوں نہ ہوں لیکن ہمیشہ غالب اپنی بات اوپر رکھتا ہے اور اگر کسی مصلحت و حکمت کی وجہ سے بات نیچی رکھتا ہے تو پھر عمل نہیں کرتا، وہ معاہدہ ایک افسانہ بن کر رہ جاتا ہے، دورِ جدید کی سیاست میں آئے دن یہ نظائر سامنے آتے رہتے ہیں ـــــ لیکن دیکھو دیکھو فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو دیکھو، سرزمینِ قدس میں ایک خادم ساتھ لئے چلے آرہے ہیں، وہ خلیفۃ المسلمین ہیں لیکن فقیرانہ آرہے ہیں، اُن کی سادگی نے شاہوں کے تکلفات خاک میں ملا کر رکھ دیئے ـــــ

---

[1] شبلی نعمانی مولانا: الفاروق (بحوالہ عقد الفرید لابن عبد الرباب المکیدۃ فی الحریب) ص ۲۲۴

اور دیکھو بیت المقدس کے مغلوب عیسائیوں سے ایک معاہدہ کیا جا رہا ہے، شاید تاریخ عالم اِس معاہدے کی نظیر نہ پیش کر سکے ——— ۱۵ھ/ ۶۳۶ء میں یہ معاہدہ لکھا گیا۔ حضرت خالد بن ولید، حضرت عمرو بن العاص، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت معاویہ بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اِس پر گواہ ہیں ———

ذرا اس معاہدے کی تمہید تو ملاحظہ ہو :-

"یہ وہ امان ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا (بیت المقدس) کے لوگوں کو دی۔ یہ امان اُن کے جان و مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اور اُن کے تمام مذہب والوں کے لئے ہے۔"

اور اب اس معاہدے کی تفصیلی دفعات ملاحظہ ہوں :

۱۔ اُن کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائیگی اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ اُن کو اور نہ اُن کے احاطے کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

۲۔ نہ اُن کی صلیبوں اور نہ اُن کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی۔

۳۔ مذہب کے بارے میں اُن پر جبر نہ کیا جائے گا۔

۴۔ نہ اُن میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا۔

۵۔ یونانیوں میں جو شہر سے نکلے گا اس کے جان و مال کو امان ہے۔ تا آنکہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا (بیت المقدس) میں رہائش اختیار کرے تو اس کو بھی امان ہے اور اُس کو جزیہ دینا ہوگا۔ [1]

ٹی۔ ڈبلیو۔ آرنلڈ (T.W Arnold) نے اِس معاہدے کے متعلق اظہارِ خیال

---

[1] شبلی نعمانی نے الفاروق (ص ۴۲۲-۴۲۳) میں تاریخ ابوجعفر جریر طبری کے حوالے سے اس معاہدے کا جو متن نقل کیا ہے یہ دفعات وہاں سے لی گئی ہیں۔ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ (T W Arnold) نے اپنی کتاب The preaching of Islam کے

کرتے ہوئے لکھا ہے:

The extent of this toleration so striking in the history of seventh Century - may be judged from the terms granted to the Conquered Cities". ؎۱

ترجمہ:۔ "اِس رَواداری کی رِفعت وبلندی کا اندازہ اِن شرائط سے لگایا جا سکتا ہے جو مفتوحہ شہروں کے لئے منظور کی گئیں ——— یہ رَواداری ساتویں صدی عیسوی میں نہایت حیرتناک اور قابلِ توجہ ہے۔"

○

مُعاہدے کے بعد فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ ایک پادری کے ساتھ گرجا میں تشریف لے گئے کہ نماز کا وقت آپہنچا، پادری نے عرض کیا۔ گرجا میں ہی نماز ادا فرمالیں لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے وہاں نماز ادا نہ فرمائی" کہ مُبادا مسلمان اِس گرجا کو مسجد بنالیں کہ امیرالمؤمنین نے یہاں نماز ادا فرمائی ہے۔ ؎۲

——— اللہ اللہ یہ حزم واحتیاط اور مُعاہدین کے ساتھ یہ حُسنِ سلوک!

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے مذہبی تعصب وتنگدلی کے اِس دَور میں وہ مذہبی آزادی دی کہ شاید اِس ترقی یافتہ دَور میں بھی میسّر نہ ہو ——— تمام مُعاہدات اُٹھا کر دیکھ

---

1 Muhammad Ali: Early Caliphate. Lahore 1951.P

(گذشتہ سے پیوستہ) صفحہ ۵۵ اور ۵۶ پر اس معاہدے کا ترجمہ پیش کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس معاہدے کے الفاظ میں مؤرخین نے اختلاف کیا ہے، اس اختلاف رائے کی تفصیلات کے لئے اُس نے لکھا ہے:۔

For a discussion of this document see Caetani Vol III, Thomas Walker, P.952. 599 Arnold: The preaching of Islam, Lahore. 1965, P 5.

لیجیے ۔ مذہبی آزادی کی ضمانت نُمایاں نظر آتی ہے ـــــــ جرجان، آذربائیجان اور موقان کے باشندوں سے جو مُعاہدات کیئے گئے، وہاں مذہبی آزادی کی ضمانت موجود ہے ۔ اِس سے بڑھ کر اور کیا آزادی ہوگی کہ اُن کے معابدیں خود نماز پڑھنے سے احتراز کیا جائے۔ ـــــــ

جو شخص مذہبی آزادی کے معاملے میں اتنا روشن خیال ہو کہ اپنے غُلام اَستیق سے بھی باز پُرس نہ کرے، صرف ترغیب و تشویق سے کام لے، جب وہ نہ مانے تو یہ آیت قرآنی پڑھ کر خاموش ہو جائے ـــــــ لا اکراہ فی الدین ـــــــ بھلا دوسروں سے مذہب کے معاملے میں کیا باز پُرس کرتا!

ٹی۔ پی ہیوز (T.P. Hughs) نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رَواداری کا ذکر کرتے ہوئے بنو تغلب کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب انھوں نے خالد بن عقبہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور آپ نے تبدیلیٔ مذہب پر اُن کو مجبور کرنا چاہا تو دربارِ خلافت سے یہ فرمان جاری ہُوا۔

"Leave them" — he wrote, "In the profession of the gospel"

ترجمہ:۔ "آپ نے فرمایا کہ اِن کو دینِ عیسوی پر ہی رہنے دو۔"

مصر کی مکمل فتح کے بعد بہت سے قبطی اور رومی گرفتار ہو کر آئے، فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اُن کے مستقبل کے بارے میں اِستفسار فرمایا تو جواب دیا:۔

"سب کو بُلا کر کہہ دو کہ اِن کو اختیار ہے، مسلمان
ہو جائیں یا اپنے مذہب پر ہی رہیں ـــــــ اسلام
قبول کر لیں گے تو اُن کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں

لہ شبلی نُعمانی: الفاروق، ص ۲۹۴ (بحوالہ طبری ۲۶۵۸ - ۲۶۶۲)

۲ T.P. Hughs: A Dictionary of Islam. P. 653.

گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں ورنہ جزیہ دینا ہوگا
جو تمام ذمیوں سے لیا جاتا ہے۔" [1]

دورِ جدید کے مؤرخ فلپ۔ کے ہٹی (Philip-K Hitti) نے اگرچہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے معاملے میں زیادہ انصاف سے کام نہیں لیا، لیکن یہ اعتراف اُس نے بھی کیا ہے کہ آپ کے عہدِ مبارک میں غیر مسلموں کو بالکل مذہبی آزادی حاصل تھی، وہ لکھتا ہے۔

"Being outside the pale of Moslem law they were allowed the jurisdiction of their own religious communities". [2]

ترجمہ:۔ قانونِ اسلامی کے دائرہ سے باہر ہونے کی وجہ سے ذمیوں کو اپنے مذہبی فرقوں کے مقدمات فیصل کرنے کا عدالتی اختیار حاصل تھا۔

مشہور شیعہ مؤرخ امیر علی نے بھی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی اِس رواداری کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"مسلمانوں کو حکماً لوگوں کے دین میں مداخلت سے روک دیا گیا۔" [3]

ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی رواداری کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا ہے:

"They were allowed the free and undisturbed exercise of their religion". [4]

---

[1] شبلی نعمانی: الفاروق ص ۵۷۔ ۲۵۶ (بحوالہ طبری ۲۵۸۲ - ۲۵۸۳)

[2] P.K.Hitti: History of the Arabs, New York 1963 P. 170.

[3] امیر علی: تاریخ اسلام (ترجمہ اُردو) (A short History of Saracens) مطبوعہ لاہور ص ۵۸

[4] T.W. Arnold: The Preaching of Islam, P. 56.

ترجمہ: ذِمیوں کو اپنی مذہبی رُسوم ادا کرنے کی بلا روک ٹوک کھُلی اجازت تھی"۔

مُعاہدین کے علاوہ وہ غیر مُسلم جنھوں نے برضا و رغبت خلافتِ اسلامی میں رعیّت کی حیثیت سے رہنا قبول کیا یعنی ذِمّی ـــــ اُن کا بھی پورا پورا خیال رکھا گیا، اُن کو جو رعایات دی گئیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلافتِ فاروقی میں غیر مُسلموں کو کیا عزّت و وقار حاصل تھا. شاید یہ عزت و وقار خُود مُسلمان کو آج کسی مُسلم حکومت میں بھی حاصل نہ ہو ـــــ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی عالی حوصلگی، دریا دلی اور بے مثال رَواداری نے مُسلم اور غیر مُسلم رعیّت کو ایک دوسرے سے اِتنا قریب کر دیا کہ دونوں بڑی حد تک مَساوی ہو گئے ـــــ ذِمیوں کے لئے مندرجہ ذیل اصول و قوانین پیشِ نظر رکھیئے اور پھر دیکھیئے کہ مَساوی تھے یا نہیں؟ ـــــ

۱۔ مُسلمان کسی ذِمّی کو قتل کرتا تو قصاص میں قتل کر دیا جاتا [۱] ـــــ چنانچہ بقول حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ ایک مُسلمان نے عیسائی کو قتل کر دیا، یہ مُقدمہ خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا، آپ نے مقتول کے ورثاء کو اختیار دیا کہ وہ قاتل سے قصاص لے لیں، چنانچہ قاتل قصاص میں قتل کیا گیا۔ [۲]

دورِ جدید میں غیر مُسلم رعایا کا کیا پوچھنا اگر مُسلمان ہی اپنے بھائی کو قتل کرتا ہے تو اُس کا کوئی پُرسانِ حال نہیں ـــــ پھر سچ کہو کہ امن و سلامتی خلافتِ فاروقی میں تھی یا جدید حکومتوں میں ہے؟ ـــــ

۲۔ ذِمّی پر مُسلمان کا ظلم وسِتم کرنا تو بڑی بات ہی ہوگی اگر وہ سخت کلامی بھی کرتا تو سزا کا مُستحق ہوتا [۳] ـــــ اور سزا تو بعد میں ملتی، مُسلمان افسران خُود اس کا

---

[۱] شبلی نُعمانی، الفاروق، ص ۴۲۱ (ب) عِنایہ، شرح ہدایہ، جلد ہشتم ص ۲۵۶

[۲] Jamil Ahmad: Hundred great Muslims, Lahore 1971, P. 44

(ب) بُرہان شرح مواہب الرحمٰن، جلد سوم، ص ۲۸۶

[۳] شبلی نعمانی، الفاروق، ص ۴۲۱

خیال رکھتے کہ یہ نوبت نہ آنے پائے۔ چنانچہ حاکمِ حمص (شام) حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے غصّے میں ایک ذمّی کو صرف اتنا کہا:

"اخزاک اللہ!۔۔۔۔ (خدا تجھے رُسوا کرے)

حاکمِ موصوف کو اِس حرکت پر اتنی ندامت ہوئی کہ دربارِ خلافت میں اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔

یہ تابناک مثال سامنے رکھو اور اپنی حالت پر غور کرو کہ غیر تو غیر اپنوں کے لئے وہ گالیاں اور دُشنام طرازیاں کہ الامان والحفیظ!

یہ ہماری حالت ہے اور وہ اُن کی حالت تھی ۔۔۔۔۔۔ وہ اخلاق کی کِس بُلندی پر تھے اور ہم کِس پستی میں ہیں!

ع به بین تفاوت رہ از کُجاست تا بہ کُجا!

۳۔ ذِمیّوں سے صرف دو ٹیکس وصول کئے جاتے تھے: جزیہ اور خراج۔ اِس کے برخلاف مُسلمانوں سے زیادہ ٹیکس وصُول کئے جاتے۔ مثلاً زکوٰۃ (جس کی مقدار جزیہ اور خراج سے کہیں زیادہ تھی) اس کے علاوہ مُسلمانوں سے عُشر بھی لیا جاتا تھا[1]

۴۔ بیت المال سے رضا کاروں کو جو تنخواہیں ملتی تھیں اُس میں ذِمّی برابر کے شریک تھے۔

۵۔ اپاہج اور ضعیف مُسلمانوں کے لئے بیت المال سے جو وظیفہ مقرر ہوتا تھا اُس میں ذِمّی برابر کے شریک ہوتے تھے۔

نوٹ:۔ اگر جزیہ کی رقم بیت المال میں جمع کی جاتی اور اُس سے نہ ذِمّی اپاہجوں کو کچھ دیا جاتا، نہ اُن کے ضعیفوں کی مدد کی جاتی اور نہ اُن کے جان و مال کی حفاظت کی جاتی تو یقیناً جزیہ ایک ظالمانہ ٹیکس سمجھا جاتا لیکن ایسی صورت میں اُس کو کون سا دانشمند ظلم وستم سے تعبیر کر سکتا ہے۔؟

۶۔ مُلکی نظم ونسق میں ذِمیّوں سے مشورہ کیا جاتا۔ چنانچہ عراق کے نظم ونسق میں اُن سے مشورہ

---

[1] شبلی نعمانی: الفاروق۔ ص ۴۳۱

لیا گیا اور مصر کے انتظام میں مقوقس سے اکثر مشورہ کیا جاتا رہا۔ [۱]

۷۔ مسلمانوں پر لازم تھا کہ وہ ذمیوں پر ظلم نہ کریں نہ اُن کو نقصان پہنچائیں اور نہ اُن کا مال بلا وجہ کھانے پائیں ——— فتح شام کے وقت حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے نام فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے جو فرمان جاری فرمایا اُس میں یہ تمام ہدایات موجود ہیں [۲]

۸۔ عجمیوں کو اُن کی زمینوں پر مالکانہ حقوق عطا فرمائے اور یہ زمینیں اُنھیں کے قبضے میں رہنے دیں۔

اِس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ذِمّی رعایا کو وہ حقوق عطا فرمائے جو اُس عہد کی دوسری سلطنتوں میں رعایا کو حاصل نہ تھے۔ روم اور فارس کی حکومتوں میں غیر قوموں کے حقوق غلاموں سے بدتر تھے۔ شام کے عیسائی باوجودیکہ رُومیوں کے ہم مذہب تھے لیکن اُن کو مقبوضہ زمینوں پر کسی قسم کا اِختیار نہ تھا بلکہ وہ خود ایک قسم کی جائیداد خیال کئے جاتے تھے یہودیوں کا حال اِس سے بھی بدتر تھا بلکہ اِس قابل بھی نہ تھا کہ کسی حیثیت سے اُن پر رعایا کا اطلاق کیا جائے کیونکہ رعایا کچھ نہ کچھ حق تو رکھتی ہے، وہ تمام حقوق سے محروم تھے اور حد تو یہ ہے کہ "حق" نام سے بیگانہ تھے ——— لیکن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کو اتنی مراعات دیں کہ وہ رعایا ہو گئے بلکہ اِس سے بڑھ کر اُن کی حیثیت معاہدین کی سی ہو گئی [۳]

---

[۱] شبلی نُعمانی: الفاروق۔ ص ۴۲۶ (بحوالہ مقریزی، جلد اوّل۔ ص ۴۷)

(ب) Muhammad Ali: Early Caliphate. Lahore 1951. P. 181

(ج) Jamil Ahmad: Hundred great Muslims, P. 45.

[۲] شبلی نُعمانی: الفاروق۔ ص ۴۲۷ (بحوالہ کتاب الخراج، ص ۸۲)

[۳] شبلی نُعمانی: الفاروق۔ ص ۴۲۰

ٹی۔ڈبلیو۔ آرنلڈ مقامی لوگوں پر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اِس بے مثال رحم وکرم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

"For the provinces of Byzantine empire that were rapidly acquired by the process of Muslims found themselves in the enjoyment of a toleration such as — had been unknown to them for many Centuries". ؎۱

ترجمہ: بازنطینی حکومت کے وہ صوبے جو بہت ہی جلد مسلمانوں کی بے مثال دلیری اور شجاعت کے آگے سپر انداز ہو گئے۔ رواداری اور حسنِ سلوک کی ایک ایسی پُر مسرّت فضا محسوس کر رہے تھے جو صدیوں سے اُن کے لئے انجانی تھی۔ چنانچہ ایران کو فتح کرنے کے بعد کسانوں پر ٹیکس کا بوجھ ہلکا کیا گیا، انھیں ان کی زمینوں پر قابض کیا گیا، ضرورت پڑنے پر کاشتکاروں کو پیشگی رقم دی گئی، زمین کی فروخت حکماً بند کر دی گئی تاکہ مقامی لوگوں کے حقوق محفوظ رہیں۔ ؎۲

یہ تمام حقائق ایک شیعہ مورّخ نے قلم بند کئے ہیں، اِسی سے ان حقائق کی صداقت عیاں ہے۔

سرزمینِ شام وعراق پر قبضہ کرنے کے بعد یہ مسئلہ سامنے آیا کہ زمین وہاں کے باشندوں کے قبضے میں رہنے دی جائے یا دشمن کا مال قرار دے کر فوج میں تقسیم کردی جائے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اس تقسیم کے خلاف تھے جبکہ بعض حضرات اس کے موافق تھے۔ جب مسئلہ طے نہ ہوا تو مجلسِ شوریٰ کا اجلاس طلب کیا گیا۔ جانبین نے دلائل پیش کئے لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اس تقسیم کی مخالفت میں ایک دلیل پیش کی چنانچہ زمین مقامی غیر مسلم رعایا کو دے دی گئی۔ ڈاکٹر حسینی نے اِس

؎۱ T.W. Arnold: The preaching of Islam, P. 56.

؎۲ Amir Ali: A short History of Sarcens. P. 54-5.

واقعہ کا اِس طرح ذکر کیا ہے۔

"Finely Umar quoted verses 7-9 of chapter Lix of the Quran where in declared that the Conquered lands belong to the poor among the Muhajirin and the Ansar and those who came after them". He laid emphasis on the clause "who come after them" and carried his proposal through." [1]

ترجمہ:۔ آخرکار (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) نے قرآن کریم کی ۵۹ ویں سورۃ (حشر) کی آیت نمبر ۷ تا ۹ کا حوالہ دیا جس میں بتایا گیا ہے کہ "مفتوحہ زمین مہاجرین و انصار کے غربار کے لئے ہے اور ان لوگوں کے لئے جو ان کے بعد آئے"۔ حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے آیت کے اِس حصّے پر زور دیا، "اور جو ان کے بعد آئے"۔ اور اِس طرح اپنی تجویز کو مجلس شوریٰ میں پاس کرالیا۔

الغرض فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے ذمیوں اور غیر مسلموں کو ممکنہ حد تک مراعات دیں ——— دیوانی معاملات میں کیا، فوجداری معاملات میں کیا، شخصی اور مذہبی معاملات میں کیا ——— حد تو یہ ہے کہ ذمّی کو یہ بھی رعایت دی گئی ہے کہ جب چاہے عقدِ ذمّہ توڑ دے لیکن مسلمان عقدِ ذمّہ نہیں توڑ سکتا [2] یعنی اگر وہ خلافتِ اسلامیہ میں رعیّت بن کر رہنا چاہتا ہے، خوشی سے رہے اور جزیہ دیتا رہے لیکن اگر کہیں اور جانا چاہتا ہے تو پھر جہاں جی چاہے چلا جائے، کوئی پابندی نہیں ———

---

[1] Dr. S.A.Q. Husaini: Arabs Administration, Lahore. 1966. P

[2] مولانا مودودی: اسلامی ریاست مطبوعہ لاہور ۱۹۶۹ء ص ۵۸۶
بحوالہ دار المختار جلد اوّل ص ۱۱۲

یہ تو ذکر تھا اُن غیر مُسلموں کا، جنھوں نے پُرامن رعایا کی حیثیت سے خلافتِ اسلامیہ میں رہنا پسند کیا۔ لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُن غیر مُسلموں کیساتھ بھی رَواداری اور فراخدلی کا ثبوت دیا جو قیدی بنا کر لائے گئے چنانچہ تقریباً ۱۷ھ/۶۳۸ء میں گورنر بصرہ حضرت ابُوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ نے حاکمِ اہواز (ہُرمزؔ) کی عہد شکنی کی وجہ سے حملہ کیا اور شکست دے کر ہزاروں آدمی لونڈی غُلام بنا کر لائے لیکن جب فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حکم دیا سب کو آزاد کر دیا جائے۔[1] اور تو اور باغیوں، سرکشوں اور بغاوت پر اُکسانے والوں کے ساتھ بھی وہ سُلوک کیا جو آج رَواداری اور عدل گُستری کی داعی کوئی قوم یا حکومت نہیں کر سکتی —— سُنیئے سُنیئے! ——

خیبر کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں پر سازش اور بغاوت جیسے الزامات ثابت ہو چکے تھے لیکن اُن سے باز پُرس نہ کی گئی صرف اِتنا حکم دیا گیا کہ اِن علاقوں کو چھوڑ کر کہیں اور جا کر بس جائیں اور بیت المال سے اُن کی املاک کا پورا پورا معاوضہ کر دیا گیا کہ حکم دیا گیا کہ اُن کے لئے سفر کی سہولتیں مہیا کر دی جائیں جہاں جائیں آسائش کا خیال رکھا جائے اور اِسی پر بس نہیں بلکہ کچھ عرصہ کے لئے جزیہ بھی معاف کر دیا گیا۔[2] —— یہ جلا وطنی نہیں صرف نقل مکانی تھی —— روشن خیالی اور ترقی کے اِس دَور میں ایسے سازشیوں کو یا تو قتل کر دیا جاتا ہے یا ذلیل و خوار کر دیا جاتا ہے مگر فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے تنگ دِلی اور تعصب کے اُس دَور میں بھی ایسا نہ کیا۔

سرحدِ شام پر واقع عربسوس کے شہریوں نے جب رومیوں سے ساز باز کی اور سازش و بغاوت کا یہ راز فاش ہوا تو کوئی انتقام نہ لیا گیا بلکہ یہ انتہائی رَوادارانہ فرمان جاری کیا گیا:

---

[1] شبلی نُعمانی: الفاروق۔ ص ۲۱۹

[2] Muhammad Ali: Early Caliphate P 181

"جس قدر ان کی جائداد، زمین، مولیشی اور اسباب ہیں سب شمار کر کے ایک ایک چیز کی دوچند قیمت دے دو اور ان سے کہو کہ کہیں اور چلے جائیں۔ اس پر راضی نہ ہوں تو ایک برس کی مُہلت دو، اور اس کے بعد (بھی سازباز سے باز نہ آئیں) تو جلاوطن کردو"۔ ؎۱

کیا دورِ جدید کی کوئی حکومت اپنے دُشمنوں کے ساتھ یہ سُلوک کرسکتی ہے؟ — سازشوں اور بغاوتوں کے باوجود اُن کی رضاجوئی اور دلداری کا خیال رکھ سکتی ہے؟ — ہرگز نہیں! دشمن اور باغی کے ساتھ حسنِ سلوک بڑی بات ہے، مخالفین کے ساتھ وہ شرمناک سُلوک کیا جاتا ہے جس سے روحِ تہذیب کانپ اُٹھتی ہے —

بعض مؤرخین نے غیر مسلموں پر فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) کی چند پابندیوں کو خوب بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اُن پابندیوں کی حقیقت واضح کردی جائے تاکہ خُلقِ فاروقی کے تابناک چہرے پر آئندہ کوئی خاک نہ ڈال سکے۔

جن پابندیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ غیر مسلم رعایا کے لئے لباس مخصوص فرمایا۔

۲۔ شراب بیچنے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد کی۔

۳۔ ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں دی۔

نوٹ:۔ فلپ کے حتّی نے یہ الزام لگایا ہے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اُن یہودیوں اور عیسائیوں کو پچھلے معاہدات کی پروا نہ کرتے ہوئے جلاوطن کردیا اور یہ لوگ شام اور عراق میں جاکر بس گئے History of the Arabs, New York, 1963, P. 169 حتّی نے نہ اُن لوگوں کی سازشی اور باغیانہ ذہنیت کا ذکر کیا ہے اور نہ اُن کو دی گئی مراعات کا اور اس طرح اپنے قاریوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ (مسعود)

؎۱ شبلی نعمانی: الفاروق ۳۴۳ (بحوالہ فتوح البلدان، ص ۱۵۷)

۴۔ بچوں کو بپتسمہ (Baptism) دینے پر پابندی لگادی۔
۵۔ نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی ممانعت کردی۔
۶۔ جزیہ نافذ کیا۔
۷۔ یہودیوں اور عیسائیوں کو ان کے گھروں سے نکالا۔
۸۔ غُلامی کو رواج دیا ــــــــ وغیرہ وغیرہ

ہم ایک ایک کر کے اِن الزامات کی حقیقت واضح کرتے ہیں اور یہ دکھاتے ہیں کہ دشمن مورخوں نے حقائق و واقعات کو کس طرح مسخ کرنے کی کوشش کی ہے!

پہلا الزام

غیر مُسلم رعایا کیلئے لباس مخصُوص کرایا

تہذیب و ثقافت خصُوصاً لباس کے بارے میں یہ تجربہ اور مُشاہدہ ہے بلکہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محکوم قوم رفتہ رفتہ حاکم کی تہذیب و تمدّن کو اپنانے لگتی ہے اور اُس کی اپنی تہذیب معدوم ہو کر رہ جاتی ہے ــــــ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاکم قوم، محکوم کی تہذیب و تمدّن میں مدغم ہو جاتی ہے۔ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ) نے حاکم و محکوم دونوں اقوام کی انفرادیت کو مجرُوح ہونے سے بچایا۔ ایک نظریاتی ملک میں ایسا کرنا ایک سیاسی تقاضا ہے اور مذہبی ضرورت بھی ــــــ اگر غیر مسلموں کے لئے کوئی نیا لباس تجویز کیا جاتا تو شاید ہم اِس کو سیاسی غلامی مسلط کرنے سے تعبیر کر سکتے تھے لیکن اُن کے لئے اُن کا اپنا لباس مخصوص فرمایا اور اِس طرح ایک طرف اِن کو ذہنی غلامی سے آزاد کیا کہ محکومیّت کی وجہ سے کہیں وہ اپنا لباس ترک کر کے مسلمانوں کا لباس نہ اپنالیں اور دوسری طرف مسلمانوں کی ملّی انفرادیت کو مجرُوح ہونے سے بچایا۔[1]

[1] قاضی ابُو یوسف نے لکھا ہے کہ اِس پابندی کی ایک وجہ غیر قوم سے تشبّہ بھی تھا۔ (کتاب الخراج ص ۲۹۱)

قومی تعمیر و تشکیل میں لباس ایک بڑی حقیقت ہے۔ اس کو دورِ جدید میں خوب سمجھا جا رہا ہے ——— لیکن اس حزم و احتیاط کے باوجود اسلامی تہذیب و ثقافت نے پورے جزیرۂ عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور آثارِ کفر ایسے مِٹے کہ نام و نشان تک باقی نہ رہا۔ فرانس کے مشہور مورخ ڈاکٹر گستاؤلی بان نے مقامی تہذیب و ثقافت کی اس حیرت انگیز تبدیلی کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا:

"ملک مصر میں مسلمانوں نے وہ اثر دکھایا کہ کبھی یونانیوں اور رومیوں کو بھی نصیب نہ ہوا تھا۔ مسلمانوں نے اُن کی زبان، مذہب، تمدن و تہذیب جو ایک ہزار سال سے چلا آ رہا تھا، سب کچھ اس طرح بدل کر رکھ دیا کہ وہاں کے لوگ اپنی تاریخ کو بھول گئے اور جدید علمی تحقیقات نے صدیوں بعد اُس تہذیب کو گردِ زمانہ کے اندر سے نکالا ہے۔" [1]

یہ انقلاب اس وقت آیا جب مقامی تہذیب و تمدن کی پوری پوری حفاظت کی گئی ہے۔ یقیناً اس حفاظت کا ایک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس سے بچائے رکھا گیا، لیکن اس کو کیا کیجئے کہ غیر مسلموں نے خود اپنی تہذیب و تمدن کی حفاظت نہ کی اور مسلمانوں نے خود کو اس طرح بچائے رکھا کہ رفتہ رفتہ انھیں کی تہذیب سارے جزیرۂ عرب میں پھیل گئی اور وہ سیاسی حیثیت کے ساتھ ساتھ تمدنی حیثیت سے بھی غالب آ گئے۔

اگر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ اس دور اندیشی سے کام نہ لیتے تو شاید وہی کچھ ہوتا جو آج ہو رہا ہے، یا جو پچھلی صدیوں میں ہندوستان میں ہوا

یہی مورخ ہندوستان میں مسلمانوں کے اثر و نفوذ کے بارے میں لکھتا ہے:

"البتہ ہندوستان میں مسلمانوں نے ایسا گہرا اثر نہیں ڈالا جیسا کہ مصر میں ——— یہاں مفتوحین کا اثر فاتحین پر بہت زیادہ پڑا جس کی مثال اسلامی دنیا

---

[1] گستاؤلی بان: تمدنِ ہند (ترجمہ اردو از سید علی بلگرامی) مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء ص ۳۰۷

میں نہیں پائی جاتی"۔[1]

دوسرا الزام

شراب پینے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد کی

یہ پابندی صرف مُسلمانوں کے علاقوں میں تھی، وہ مُسلمان جو محکوم نہ تھے، حاکم تھے، ہندوستان میں تو اِس قسم کی پابندیاں برطانوی دَور میں بھی محکوم مسلمانوں کی خاطر لگائی گئی تھیں ـــــ اگر فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے مُسلمانوں کے جذبات کا خیال کرتے ہوئے یہ پابندی لگائی تو کون سا ظُلم کیا جب کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو اپنے اپنے محلّوں میں شراب پینے اور خنزیر کھانے کی عام اجازت تھی۔ کیا کوئی ہوش مند محکوم اپنے حاکم سے یہ توقع رکھ سکتا ہے کہ وہ چیزیں جو حاکم کے مذہب میں حرام ہیں اُن کے کھانے پینے کی کھُلی چھُٹی دے دے جب کہ وہ ملک کی نظریاتی اساس سے متصادِم بھی ہوں؟

---

[1] گستاؤلی بان۔ تمدّنِ ہند (ترجمہ اُردو از سیّد علی بلگرامی)۔ ص ۳۰۸
مطبوعہ کراچی ۱۹۶۲ء

تیسرا الزام

ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی اجازت نہیں دی

یہ پابندی صرف نماز کے اوقات میں تھی اور مسلمانوں کے علاقوں میں تھی ——— برطانوی دورِ حکومت میں نماز کے اوقات میں بلکہ ویسے بھی مساجد کے آگے ناقوس بجانے کی بالکل ممانعت تھی ——— پھر فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے کون سا ظلم کیا؟ جبکہ اُن کے اپنے علاقوں میں ناقوس بجانے اور صلیب نکالنے کی ہر وقت اجازت تھی، کوئی پابندی نہ تھی [۱]۔ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے ان پابندیوں کا عادلانہ اور منصفانہ جائزہ لیا ہے اور صاف صاف لکھا ہے:۔

"They were allowed free and undisturbed exercise of their religion with some restrictions imposed for the sake of preventing any friction between the adherents of the rival religious, or arousing any fanaticism by the ostentatious exhibition of religious symbols that were so offensive to Muslims feelings". [۲]

ترجمہ:۔ ذمیوں کو چند پابندیوں کے ساتھ آزادانہ اور بلا روک ٹوک مذہبی مراسم ادا کرنے کی اجازت دی تھی، اور یہ پابندی اِس لئے لگائی

---

[۱] مولانا مودودی: اسلامی ریاست، ص ۵۸۸ بحوالہ بدائع جلد ہفتم، ص ۱۱۳

[۲] T.W. Arnold: The Preaching of Islam. P. 56

نوٹ:۔ آرنلڈ نے لکھا ہے کہ Gotheil نے اپنی کتاب "Dhimis And Muslim in Egypt" میں سلطنتِ اسلامیہ میں ذمیوں کے حالات کے سلسلے میں دستاویزی شہادتوں کا قابلِ ذکر ذخیرہ پیش کیا ہے۔

تھی کہ کہیں دو حریف مذہبوں کے ماننے والے آپس میں نہ لڑیں یا مذہبی نشانات کی نُمود و نمائش سے، جو مُسلمانوں کے جذبات و احساسات کو ٹھیس پہنچائیں، تعصب و تشدد کی فضا پیدا نہ ہو جائے۔

چوتھا الزام

بچّوں کو بپتسما (اِصطباغ) دینے پر پابندی لگادی

لیکن یہ پابندی صرف اُن بچّوں کے لئے تھی۔ جن کے والدین مُسلمان ہو چکے تھے، سنِ بلُوغ تک اُن کو اِصطباغ دینے کی مُمانعت تھی۔ غالباً اِس لئے کہ اپنی دین و مِلّت کے بارے میں خود فیصلہ کر سکیں، اِس کے علاوہ اِس پابندی سے بہت سی قانونی حکمتیں بھی وابستہ تھیں ـــــ اگر عیسائی والدین کے بچّوں پہ یہ پابندی عائد ہوتی تو یقیناً ظلم ہوتا لیکن یہاں تو نو مُسلم والدین کی اَولاد کا ذکر ہے۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اِن کو مُسلمان ہی گردانا جاتا لیکن عدل و انصاف کی حد ہے کہ اِن بچّوں کو بھی مُہلت دی جا رہی ہے کہ لا اِکراہ فِي الدّین افسوس کہ مؤرخین نے اس رَواداری کو کِس طرح غلط رنگ میں پیش کیا ہے!

پانچواں الزام

نئی عبادت گاہیں تعمیر کرنے کی مُمانعت تھی

یہ مُمانعت صرف اُن شہروں میں تھی جو مُسلمانوں نے آباد کیے تھے۔ جو شہر عیسائیوں نے آباد کیے تھے۔ وہاں نئے معابد تعمیر کرنے، پُرانے معابد کی مرمت وغیرہ کرنے کی اجازت تھی۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:۔

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذِمیّوں کو اُن شہروں میں معابد بنانے کی اجازت دی جو انھوں نے آباد کیے تھے لیکن جو مُسلمانوں نے آباد کیے اُن میں آزادانہ معابد بنانے کی اجازت نہ تھی۔" [1]

کونسا عقلمند انسان ایسی پابندی کو نامعقول کہہ سکتا ہے، خصوصاً اُس زمانے کو پیش نظر رکھتے ہوئے جبکہ محکوم قومیں مجبور و مظلوم اور مقہور ہوا کرتی تھیں ——— یہی نہیں کہ عیسائیوں کو اپنے شہروں میں معابد بنانے کی اجازت تھی، بلکہ ان معابد میں اسلام اور پیغمبر اسلام کو سب کچھ کہہ لینے کی بھی اجازت تھی۔

اِس رواداری کا اندازہ اس ایک واقعہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے:

"ایک ذِمّی عیسائی نے سر بازار حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی شانِ اقدس میں گستاخی کی مُسلمان سے رہا نہ گیا اور اُس نے ایک تھپّڑ رسید کیا ——— یہ معاملہ گورنر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا ——— ذرا غور تو کرو کس کمال کی رواداری و آزادی تھی کہ جنابِ رسالت مآب صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی شان میں گستاخانہ کلمات بھی کہتا ہے اور تھپّڑ کھانے کے بعد عدالت میں

---

[1] قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم: کتاب الخراج (ترجمہ اُردو) مطبوعہ لاہور ۱۹۶۶ء ص ۳۲۴ (ملخصاً)

فریادی بنتا ہے۔ کیسی دیدہ دلیری ہے! ـــــ لیکن نہیں نہیں، خلافتِ فاروقی میں زبان و دل پر قفل نہیں ڈالے گئے تھے ـــــ مسلمان جس نے تھپڑ مارا تھا پیش ہوا۔ اُس نے اپنی صفائی میں جو کچھ کہا ہر عادل و منصف اُس کی صداقت پر گواہی دے گا اور اِس بے مثال جذبۂ رواداری پر داد دیئے بغیر نہ رہ سکے گا ـــــ اُس نے کہا:

"یہ عیسائی اپنے گرجاؤں میں جو چاہیں کہیں لیکن شارعِ عام پر اِن کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخیاں کرتے پھریں"۔[1]

بات سچی تھی مسلمان بری ہوگیا اور اِس گستاخی پر گورنر نے عیسائی سے کوئی باز پرس نہ کی[2] ـــــ مندرجہ بالا الزامات کے بارے میں ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ لکھتا ہے۔[3]

"But di Garge and Caetani have proved with out doubt that they were the inventions of a later age".

---

[1] Memorise pur la canquete de la syrie, P. 143.

[2] Muhammad Ali: Early Calphate, P. 182.

[3] Annalidel/Islam. Vol III, P. 957.

چھٹا الزام

جزیہ نافذ کیا گیا

کیا جدید اور قدیم حکومتوں میں کوئی ایسی حکومت ہے، جس نے اپنی رعایا سے ٹیکس نہ لیا ہو؟ اور بغیر ٹیکس لئے اُس کے سارے کام بنا دیئے ہوں؟ ـــــ نہیں نہیں، ہرگز نہیں تو پھر جزیہ لینا کون سا گناہ ہو گیا؟ ـــــ کیا جزیہ کے نام سے چڑ ہے؟ ـــــ اگر ایسا ہے تو اِس کا بھی تدارک کر کے دکھا دیا گیا ـ کاش عقل سے عاری اور دل سے خالی دیوانے اِس ٹیکس کی حقیقت و افادیت پر غور کرتے اور یہ سوچتے کہ اِتنی حقیر رقم کے بدلے کیسے کیسے فوائد و منافع مل رہے ہیں! ـــــ

۱۔ جان کی حفاظت

۲۔ مال کی حفاظت

۳۔ ناموس کی حفاظت

۴۔ مذہب کی حفاظت

۵۔ جہاد سے اِستثناء (کوئی غم نہیں، ہمیشہ سکون و چین کی زندگی بسر کیجیئے)

۶۔ اپنے دشمنوں کی مدافعت اور مقابلے سے بے فکری (کہ یہ کام خود مسلمانوں کا ہے کہ وہ ذِمیوں کے دشمنوں سے لڑیں، ذِمیوں کا نہیں)

یہ دل بہلانے والی باتیں نہیں جیسی دَورِ جدید کی سیاست میں ہُوا کرتی ہیں یہ ـ وقتی ضمانت نہیں، سچی ضمانت ہے، خُدا اور اُس کے رسول کی ضمانت ـــــ اِس سے بڑھ کر اور کیا ضمانت ہو گی!

آج ایک ٹیکس نہیں، بیسیوں ٹیکس لئے جاتے ہیں لیکن پھر بھی جان کا خوف مال کا خوف، ناموس کا خوف سر منڈلا رہا ہے ـــــ کوئی جان نہ لے لے، کوئی

مال نہ لوٹ لے، کوئی ناموس کو خاک میں نہ ملادے! —— یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خلافتِ اسلامی اور دوسری حکومتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے —— وہاں کم لیا جاتا ہے، بہت دیا جاتا ہے اور یہاں بہت لیا جاتا ہے اور کم دیا جاتا ہے۔ —— اِس کے لینے میں معقولیت ہے، اُن کے لینے میں معقولیت نہیں لہ —— ڈاکٹر حسین نے جزیہ کی معقولیت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"چونکہ جزیہ خالصتاً غیر مسلموں کی فوجی حفاظت کے سلسلے میں لیا جاتا ہے، اِس لئے جہاں وہ حفاظت نہ کرسکے جزیہ واپس کردیا گیا —— جنگِ یرموک سے قبل عساکرِ اسلامیہ حمص اور دمشق سے واپس ہوئیں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جزیہ کی تمام رقم واپس دینے کا حکم دیا۔" ٢ه

لہ T.W. Arnold: The Preaching of Islam, P. 57

نوٹ:۔ نہ معلوم عقلیت پرستی کے اِس دور میں اِس حقیقت کی طرف کیوں غور نہیں کیا جاتا —— زکوٰۃ ہی کو لیجئے، مال پر سال گزرنے کے بعد فرض ہوتی ہے —— سارا سال کیا کمایا اور کیا خرچ کیا اِس سے بحث نہیں —— جتنا کمایا اُتنا ہی خرچ کردیا تو ایک کوڑی زکوٰۃ نہیں کہ ایسی حالت میں زکوٰۃ لینا معقولیت نہیں —— لیکن دورِ جدید کا ٹیکس آمدنی کو دیکھتا ہے، جو کچھ کمایا اگرچہ سب خرچ ہوچکا ہے اور کمانے والا مقروض ہوچکا ہے مگر پھر بھی ٹیکس لیا جائے گا۔ اِسلام کی نظر میں ایسا شخص مدد کا مستحق ہے۔ (مسعود)

٢ه Dr. S.A.Q. Husaini: The Arabs Administration, P. 43

بحوالہ بلاذری: فتوح البلدان، ص ۱۳۷ و قاضی ابویوسف، کتاب الخراج، ص ۸۱

نوٹ:۔ ابتدا میں جزیہ نقد و جنس دونوں صورتوں میں لیا جاتا تھا کیونکہ فوجیوں کو دونوں کی ضرورت تھی لیکن جب حکومت کا نظام ذرا مستحکم ہوا تو پھر جنس کے بجائے نقد ہی کی صورت میں لیا جانے لگا۔ الفاروق، ص ۴۳۴

فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) کے فراخدلانہ حکم کا یہ اثر ہوا کہ جب عساکرِ اسلامیہ حمص چھوڑ کر یرموک کی طرف روانہ ہوئیں تو وہاں کے غیر مسلم باشندوں نے عہد کیا اور گواہی دی:۔

"جب تک ہم زندہ ہیں، رومی یہاں نہ آنے پائیں گے ــــــ خدا کی قسم! ارومیوں کی بہ نسبت کہیں بڑھ کر تم ہم کو محبوب ہو۔" [۱]

ڈاکٹر حسینی جزیہ کی معقولیت پر بحث کرتے ہوئے آگے چل کر لکھتے ہیں:

"اگر کسی ذمی نے کسی فوجی مہم میں حصہ لیا تو اُس کا سال بھر کا جزیہ معاف کر دیا گیا اور اگر کسی نے کچھ عرصے کے لئے فوج میں خدمات انجام دیں تو اِس عرصے کے لیے جزیہ معاف کر دیا گیا۔" [۲]

اگر غیر مسلموں کی طرف سے یہ سوال کیا جائے کہ فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے تمام غیر مسلم رعایا کو جنگی خدمات کا مکلف بنا کر کیوں نہ جزیہ سے سُبکدوش فرمایا؟ ــــــ تو میں عرض کروں گا کہ ایسی جنگ کے لئے غیر مسلموں کو مجبور کرنا جو خالص دینی و مذہبی تھی اور جس میں اُن کے ہم مذہب مسلمانوں کے خلاف صف آرا تھے، کہاں کی دانائی تھی! ــــــ اگر ایسا کیا جاتا تو یقیناً ظلم ہوتا لیکن یہ ہرگز ظلم نہیں کہ فوجی خدمات سے سُبکدوش کر کے صرف فوجی اخراجات میں اُن کو شریک کیا جائے۔ یہ تو عین کرم ہے۔ ڈاکٹر حسینی نے بڑی دل لگتی بات لکھی ہے، وہ لکھتے ہیں:۔

"جزیہ کی طرح ٹیکس اسلام سے قبل بھی رائج تھے لیکن اسلام سے قبل جزیہ لینے میں اور اسلام میں جزیہ لینے میں زمین اور آسمان کا فرق ہے ــــــ اسلام پوری ذمہ داری کے ساتھ

---

[۱] شبلی نعمانی: مولانا: الفاروق، ص ۴۴۴

[۲] Dr. Husaini: Arabs Administration P. 43.

جزیہ لیتا ہے اور انھوں نے کوئی ذمہ داری محسوس نہ کی۔" [1]

دور کیوں جایئے دورِ جدید کی حکومتوں کا جائزہ لیں گے تو معلوم ہوگا کہ جس مد میں ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ پوری دیانت کے ساتھ اس میں خرچ نہیں کیا جاتا بلکہ بعض اوقات صرف لیا جاتا ہے، خرچ نہیں کیا جاتا۔

یہ جزیہ جس کا مخالفین نے بہت چرچا کیا ہے کوئی لمبی چوڑی رقم نہ تھی بلکہ بہت ہی معمولی، چنانچہ ٹی۔ ڈبلیو آرنلڈ نے لکھا ہے:

"But this jizah was too modrate to contribute aburden, seeing that it released them from the compulsory military services that was incumbent on their Muslim fellow subjects". [2]

ترجمہ:- لیکن یہ جزیہ تو بہت ہی واجبی تھا، ایسا نہ تھا کہ اس کو بارِ گراں تصور کیا جاتا۔ جبکہ خصوصاً یہ دیکھا جائے کہ جزیہ کے بدلے لازمی فوجی خدمت سے ذمیوں کو چھٹکارا مل گیا تھا۔ حالانکہ یہ فوجی خدمت ان کی مسلم ساتھی رعایا پر فرض تھی۔

ایک ہی حقیقت ہے جس کا دل صاف تھا اس نے اس طرح بیان کیا اور جس کے دل میں کھوٹ تھا۔ اس نے اس طرح بیان کیا۔ دیکھیے فلپ کے جتی اسی حقیقت کو کس انداز میں بیان کرتا ہے:

"As Dhimis, the subjects peoples, would — protection of the Muslims and have no military duty to perform, since they were barred by religious from service in the Muslims army; but they would have a havey tribute to pay". [3]

---

[1] Ibid. P. 44

[2] T.W. Arnold: The Preaching Of Islam. P. 60

[3] P.K. Hitti: History of the Arabs, P. 170

یہ جزیہ، جس کو حتی (Hitti) بارِ گراں سے تعبیر کرتا ہے اور اس کی تفصیل تو ملاحظہ ہو ——— آرنلڈ نے جزیہ کے تین مندرجات کا ذکر کیا ہے جو اُمراء متوسطین اور عام ذمیوں کے لئے مخصوص تھے۔

1. Five dinars for the rich.

ترجمہ: اُمراء کے لئے ۵ دینار

2. Four for the middle classes.

متوسطین کے لئے ۴ دینار

3. and three for the poor. [1]

غُرباء کے لئے ۳ دینار

پھر یہ معمولی رقم بھی جبراً و قہراً نہ لی جاتی تھی بلکہ ممکنہ حد تک رعایت کی جاتی تھی۔ آج کل ٹیکس کے معاملے میں یہ مراعات نہیں دی جاتیں ——— فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے عاملین کو ہدایت کر دی تھی۔

لا تکلفوا فوق طاقتھم [2]

سفرِ شام کے دوران فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے دیکھا کہ ایک عامل جزیہ وصول کرنے کے لئے ذمیوں کو سزا دے رہا ہے۔ آپ نے اِس حرکت سے اُسے باز رکھا اور فرمایا:۔

لا تعذب الناس فان الذین یعذبون الناس

فی الدنیا یعذبھم اللّٰہ یوم القیامۃ [3]

ترجمہ:۔ اِنھیں تکلیف نہ دو اگر تم اِن کو عذاب دو گے تو قیامت کے دن اللہ تمھیں عذاب دے گا۔"

---

[2] ۔ قاضی ابُو یوسف کتاب الخراج، ص ۸۲ ۔

[3] " " " " " ص ۷۱

[1] T.W. Arnold: The Preaching of Islam, P. 57

ذرا بتاؤ تو سہی یہ خُدا ترسی آج کس جہاں سِناں میں ہے ؟

ایک دفعہ ایک بُوڑھے ذِمّی کو بھیک مانگتے دیکھا، فرمایا۔ "کیوں مانگتا ہے ؟"
عرض کیا گیا۔ "جزیہ دینے کے لئے!" ——— آپ نے فوراً جزیہ معاف فرما دیا اور بیت المال سے وظیفہ مقرر کر دیا اور افسر خزانہ کو کیا دل لگتی بات تحریر فرمائی ——

"خُدا کی قسم یہ ہرگز انصاف نہیں کہ ہم اِس کی جوانی میں اِس سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں اِس کو رُسوا کریں!" [۱]

جب اُن کے آقا جانوروں کو امان دیں تو کیا وہ اِنسانوں کو بھی امان نہ دیں گے۔
اُن کے آقا کی شان تو یہ تھی:

واکذا الوحش اقت الیک وسلمت
وشکا البعیر الیک مین راکا

بوڑھے ذمیوں کے لئے تو رعایت ہے ہی مگر وہ ذِمّی جس پر جزیہ واجب الادا ہو مر جائے تو اس کے ترکے سے جزیہ نہ لیا جاتا تھا اور نہ اس کے ورثاء سے [۲] حالانکہ اگر کسی مسلمان پر زکوٰۃ فرض ہو چکی ہے تو مرنے کے بعد اس کے ترکے سے ضرور ادا کی جائے گی ——— اتنی سہولتوں اور رعایتوں کے باوجود بھی جزیہ کو ظُلم سے تعبیر کیا جائے تو یہ تعبیر بجائے خود ایک ظُلم ہے:-

"اگر بقول مغربی مؤرخین جزیہ اِسلام قبول نہ کرنے کا جرمانہ ہے تو پھر زکوٰۃ کے متعلق کیا کہا جائے گا ؟ کیا وہ اِسلام قبول کرنے کا جُرمانہ ہے ؟ جبکہ جزیہ صرف قابلِ جنگ مردوں سے لیا جاتا ہے اور زکوٰۃ صاحبِ استطاعت مردوزن سب پر ہے۔" [۳]

---

[۱] قاضی ابُو یوسف: کتاب الخراج۔ ص ۵۷۳ (بحوالہ کتاب الخراج ص ۷۲، فتح القدیر دوم ص ۳۷۲)
[۲] " " " " ص ۵۹۳ " " ص ۷۲ " " " "
[۳] " " " " " ص ۵۹۵

اگر بعض مغربی مؤرخوں نے جزیہ کو جُرمانہ سمجھا یا اُس زمانے کے بعض قبائل نے ایسا سمجھا تو یہ اُن کی سمجھ کا پھیر ہے، چنانچہ بنُو تغلب نے جب جزیہ کے بجائے عشر دینے پر آمادگی ظاہر کی (یعنی جزیہ سے دُگنی رقم جو مسلمانوں سے لی جاتی تھی) تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے لینے کی اجازت دے دی ——— اِنکار کیوں کیا جاتا کہ اِس میں لینے والے کا نقصان نہ تھا، دینے والے کا نقصان تھا اور وہ خوشی خوشی اِس نقصان کو برداشت کر رہا تھا جبکہ اُس کو رعایت بھی دے دی گئی تھی لیکن اُس نے اپنی کم سمجھی کی وجہ سے اِس رعایت کو ذِلّت و رُسوائی سمجھا. ٹی. پی. ہیوز (T.P. Hughes) نے بنُو تغلب کے اِس واقعہ کا اِس طرح ذکر کیا ہے:-

"The tribe deeming in its pride the payment of tribute (jizyah) an indignity, sent a deputation to the Khaliph declaring their willingness to pay the tax if only it were levied under the some as that taken from the Muslims. Umar evinced his liberality by allowing the concession; and so the Banu-Taghlib enjoyed the singular privilege of being assessed as Christiansof a double tithe (Usher) instead of paying of jizyah.[1]

ترجمہ:- اُس قبیلے بنُو تغلب نے خودپسندی کی وجہ سے جزیہ ادا کرنا کسرِ شان سمجھا اور خلیفہ کے پاس ایک وفد بھیجا، اُس وفد نے خلیفہ کو جا کر یہ بتایا کہ بنُو تغلب ٹیکس دینے پر رضامند ہیں. بشرطیکہ یہ اُسی نام سے لگایا جائے جس نام سے مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے. (حضرت) عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وُسعتِ نظری کا ثبوت دیتے ہوئے اُن کو یہ رعایت

---

[1] T.P. Hughes: A dictionary of Islam, P. 653

(b) S.W. Muir: Annals of the early Caliphate. P. 218

دی، چنانچہ بنو تغلب نے یہ واحد اور غیر معمولی رعایت حاصل کی اور عیسائی ہوتے ہوئے جزیہ کے بجائے اُن سے دُگنا عشر لیا گیا (جو مسلمانوں سے لیا جاتا تھا)

اِن دِلداریوں اور رعایتوں کے باوجود اب بھی اگر کوئی جزیہ پر اعتراض کرتا ہے تو پھر ہم اُس سے پوچھیں گے۔

"Is there a government any where to-day in this twentieth Century that levies no taxes on its subjects for the maintenance of peace and order? [1]

ترجمہ:۔ کیا اِس بیسویں صدی میں کہیں ایسی حکومت ہے جو ملک میں امان د امان برقرار رکھنے کے لئے اپنی رعایا پر کسی قسم کا ٹیکس نہیں لگاتی؟

ساتویں الزام کا جواب اُوپر کسی مقام پر دے دیا گیا ھے
اب ہم آٹھویں الزام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

یعنی

فاروقِ اعظم نے غلامی کو رواج دیا

یہ اِلزام سراسر غلط ہے کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے غلامی کو رواج دیا، کوئی نسل اور کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا جس میں غلامی نہ رہی ہو ——— ارسطو اور افلاطون نے باں ہمہ علم و حکمت غلامی کو جائز رکھا ——— یہودیوں، ایرانیوں یونانیوں سب ہی نے اِس کو جائز سمجھا ——— دھرم شاستر میں غلام کو "دوپائی مویشی" سے تعبیر کیا گیا ہے ——— ماضی بعید کی بات کیوں کیجیے، ماضی قریب

---

[1] Muhammad Ali: Early Caliphate P. 182.

میں جب امریکہ دریافت ہوا تو صرف بیس سال (۱۶۸۰ء تا ۱۷۰۰ء) میں تین لاکھ غلام افریقہ سے حاصل کئے گئے اور پھر ۱۷۸۶ء تک صرف ایک علاقے میں چھ لاکھ دس ہزار غلام بھیجے گئے [1]۔ ان غلاموں کو بھیڑ بکریوں کی طرح جہاز میں لادا جاتا تھا اور انسانیت سوز سلوک کیا جاتا تھا ــــــ لیکن فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے صدیوں پہلے جوان غلاموں کے ساتھ کیا۔ آج انھیں کے حسنِ سلوک کے نتیجے میں اُن کی گردنیں آزاد ہوئی ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے آخر اور پھر انیسویں صدی کے شروع میں غلاموں کی تجارت پر قانوناً پابندی لگادی گئی ــــــ لیکن پھر بھی چوری چھپے یہ کاروبار اب تک جاری ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کمزوروں کو غلام بنانا انسان کی فطرت میں داخل ہے، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فطرتِ انسانی کی کمزوری کو دیکھتے ہوئے جو کچھ کیا، بہت کچھ ہے اور اس وقت اس سے زیادہ ممکن نہ تھا آپ نے اس سلسلے میں وہ اصلاحات کیں کہ غلامی، غلامی نہ رہی بلکہ فرزندی ہوگئی ــــــ ذرا ان اصلاحات کو ملاحظہ فرمائیں جن کا ذکر طبری، فتوح البلدان، کنز العمال وغیرہ میں کیا گیا ہے:۔

۱۔ غلامی کو ختم کرنے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ اہلِ عرب کا غلام بنانا قانوناً ممنوع قرار دے دیا۔

۲۔ مفتوحہ ممالک میں جو قیدی بنالئے گئے تھے (قیدیوں کو غلام بنانے کی رسم بہت قدیم ہے) ان میں سے پیشہ وروں اور کاشتکاروں کو آزاد کر دیا گیا۔ اور آئندہ ایسے لوگوں کو غلام بنانا ممنوع قرار دے دیا۔

۳۔ جس لونڈی کے ہاں اولاد ہو جائے اس کی فروخت ممنوع قرار دیدی گئی۔ گویا اب اس کی حیثیت ایک رفیقۂ حیات کی سی ہوگئی۔

۴۔ غلام کو یہ اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے آقا سے معاہدہ کر کے مخصوص رقم

---

[1] سر سید احمد خان، تہذیب الاخلاق، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۱۲ھ ص ۵۹ تا ۶۸

کے عوض آزادی حاصل کرلے۔

۵۔ ایک خاندان کے غلام افراد کو مختلف مقامات پر رکھنا ممنوع قرار دیا گیا ایک ہی جگہ رکھنا لازم کر دیا گیا ——— اس سے پہلے باپ کسی کے پاس ہوتا تو بیٹا کسی کے پاس ——— بیٹی کہیں ہوتی تو ماں کہیں ——— فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے مفارقت کی اس چبھن کو محسوس کیا اور وہ رعایت دی جو آج سرکاری ملازموں کو بھی حاصل نہیں ——— چنانچہ عہدِ فاروقی میں جب سرکاری ملازم باپ بیٹے کو دو مختلف مقامات پر متعین کیا گیا تو باپ (مسیط بن اسود) نے کہا کہ جب لونڈی غلام کو یہ حق حاصل ہے تو یہ ہم کو کیوں نہیں۔[1]

۶۔ پہلے جنگی قیدیوں میں شہزادوں اور شہزادیوں کی مٹی پلید ہوتی تھی (بلکہ صدیاں گزر جانے کے بعد ۱۸۵۷ء میں انگریز حاکموں نے مسلمان شہزادوں اور شہزادیوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ کتنا اذیت ناک اور دردناک ہے!) ——— فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) نے قیدی شہزادوں اور شہزادیوں کے ساتھ امتیازی سلوک کیا چنانچہ شاہِ مصر مقوقس کی بیٹی اربانوسہ کو ایک سردار قیس بن ابی العاص کے ساتھ واپس مقوقس کے پاس بھیج دیا۔

۷۔ مجاہدین کی تنخواہوں کیساتھ ساتھ اُن کے غلاموں کی بھی اتنی ہی تنخواہیں مقرر کی گئیں ——— کیا آج دنیا کے کسی ملک میں فوجیوں اور افسروں اور ان کے ملازموں کی ایک ہی تنخواہ ہے؟

۸۔ حاکموں اور افسروں پر لازم تھا کہ غلاموں کی عیادت کریں، نہ کرتے تو ملازمت سے برطرف کر دیئے جاتے ——— کیا کسی حکومت نے اپنے افسروں کو یہ ہدایت کی ہے کہ اپنے غلاموں کی نہیں، ملازموں ہی کی عیادت کیا کریں اور کیا ایسا نہ کرنے پر بھی کسی کو ملازمت سے برطرف کیا گیا ہے؟ ———

---

[1] شبلی نعمانی: الفاروق ص ۴۵۰

اللہ اللہ دورِ فاروقی میں غلاموں کی وہ شان تھی جو ہمارے ملازموں کی بھی نہیں۔

۹۔ فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) غلاموں کو اپنے ساتھ کھلاتے پلاتے تھے اور دوسروں کو ترغیب دیتے تھے کہ غلاموں سے نفرت نہ کریں بلکہ اپنے ساتھ کھلائیں پلائیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"خدا اُن لوگوں پر لعنت کرے جن کو غلاموں کے ساتھ کھانے میں عار ہے۔"[۱]

آج اپنے ملازم کے ساتھ ایک معمولی افسر نہیں کھا سکتا ــــــ صدر، وزیرِ اعظم اور وزراء کی بات تو بہت اونچی ہے ــــــ ذرا بتاؤ تو سہی جس شخص کے ساتھ امیر المؤمنین کھا رہا ہے وہ معاشرے کا ذلیل ترین فرد ہے یا معزز ترین؟

یہ سارے حقائق و واقعات بتا رہے ہیں کہ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے غلامی کی حقیقت کو یکسر بدل کر رکھ دیا، وہ غلامی نہ رہی، آقائی ہو گئی ــــــ اُس کو یہ بھی حق دے دیا گیا کہ وہ اگر کسی دشمن سے معاہدہ کرے تو وہ معاہدہ خلافتِ اسلامیہ کی طرف سے سمجھا جائے گا ــــــ آج بڑے سے بڑے ذمہ دار افسر کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی غیر ملک اور غیر قوم سے معاہدہ کر لے ــــــ اِن عظیم الشان رعایتوں سے اسلامی معاشرے میں غلام کی عظمت کا اندازہ ہو سکتا ہے ــــــ غلام کا نام رہ گیا غلامی نہ رہی ــــــ عملاً غلامی کو مٹا دیا گیا۔ اِسی لئے غلاموں اور لونڈیوں کی اولاد میں بڑے بڑے آئمہ حدیث اور صاحبِ کمال پیدا ہوئے۔[۲]

ہاں ایک بات رہ گئی اور وہ یہ کہ پوچھنے والا پوچھ سکتا ہے کہ اِن رعایتوں کے

---

[۱] شبلی نعمانی: الفاروق، ص ۴۵۰ تا ۴۵۲

[۲] " " " " "

نوٹ:۔ غلامی سے متعلق مندرجہ بالا تفصیلات الفاروق کے ص ۴۴۴ تا ۴۵۲ سے اخذ کی گئی ہیں۔ (مسعود)

باوجود پھر غُلام سے کام کیوں لیا جاتا تھا، گھر بیٹھے کیوں نہ کھلایا جاتا تھا تو ہم دَورِ جدید کے ترقی یافتہ ممالک کے آقاؤں سے نہیں والدین سے پوچھتے ہیں کہ تم اپنی اولاد کو گھر بیٹھے کیوں نہیں کھلاتے، اُن کو کام پر کیوں مجبور کرتے ہو اور گھر کے اخراجات میں اُن کو ذِمّہ دار کیوں بناتے ہو؟ ——— یہ کیا ظلم کرتے ہو؟ ——— غُلام سے تو اُس کی صلاحیت کے مطابق کام لیا جاتا تھا اور کھلایا وہ جاتا تھا جو آقا کے گھر میں پکتا تھا، پہنایا وہ جاتا تھا جو آقا کے گھر میں پہنا جاتا تھا ——— لیکن تم تو اپنی اولاد کے ساتھ بھی یہ نہیں کرتے، جِتنا وہ دیتا ہے اُس سے زیادہ تم اُس پر خرچ نہیں کرتے اور اگر مُنہ مانگے پیسے نہ دے تو تم اُس کو نِکال دیتے ہو ——— آخر یہ کیا ظُلم کرتے ہو؟ ——— تم ایسے بے رحم باپ ہو کہ تمھارے بچّے تم سے گریزاں ہیں اور وہ ایسے رحیم و کریم آقا تھے کہ آزاد ہونے پر بھی غُلام اُن کے پیچھے پیچھے لگے رہتے تھے۔

لیکن اِنسان مُحسن کُش واقع ہوا ہے وہ اپنے رَبّ کا ناشُکر گزار بندہ ہے
ان الانسان لربہ لکنود ——— جس مُحسنِ انسانیت نے غُلاموں کو آقا بنادیا
اُس مُحسن کو ایک غُلام نے جامِ شہادت پلادیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن!
اِس حکایتِ خُونچکاں کو کیا بیان کیا جائے کہ سُننے کے لیے پتھر کا جگر چاہیے۔

——— فارس کے غُلام بظاہر اطاعت گزار تھے لیکن عرب مسلمانوں کے خلاف اُن کے دل میں حسد کی آگ بھڑک رہی تھی کہ اُنھوں نے اُن کی شاہی کو خاک میں مِلایا تھا اور اُن کے تخت کو رَوندا تھا ——— اُن لوگوں نے فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے اِنتقام لینے کی ٹھانی ——— فارس کے اُنھیں غلاموں میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا غلام فیروز بھی تھا۔ فاروقِ اعظم (رضی اللہ عنہ) کے پاس اپنے آقا کی شکایت لے کر آیا، شکایت نامعقول تھی ردّ کر دی گئی، چلا گیا لیکن دل میں غُبار لے کر گیا ——— دوسرے دن علی الصباح خنجر لے کر مسجد میں آیا اور چھُپ کر بیٹھ گیا۔ جُوں ہی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نمازِ فجر کی امامت کے لئے آگے بڑھے،

کمین گاہ سے نکل کر اُس سفاک نے دو دھاری خنجر سے پے در پے چھ وار کیئے، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر آگے کیا تو خود زخموں کی تاب نہ لا کر گر پڑے ـــــ درد و کرب کا عالم ہے عزیز و اقارب یاد نہیں آرہے ہے، غیر مسلم رعایا کی یاد ہے، وصیت فرما رہے ہیں تو انھیں کے بارے میں ـــــ ذرا یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیں :-

"واوصیه بذمة الله وذمة رسوله ان یوفی
لهم بعهدهم وان یقاتل من ورائهم وان
لا یکلفوا فوق طاقتهم [1]

ترجمہ :- (ہونے والے خلیفہ کو) وصیت کی جاتی ہے کہ جن کو خدا اور رسول کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمّی) اُن سے جو عہد لیا گیا ہے وہ پورا کیا جائے اُن کی حمایت میں لڑا جائے اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے ـــــ

ذرا قلبِ فاروقی کی وسعت تو دیکھیئے کہ غیر مسلم غلام شہید کر رہا ہے ـــــ عین ممکن تھا بلکہ فطرتِ انسانی کا تقاضا تھا کہ جو کچھ کہا جاتا اُن کے خلاف کہا جاتا لیکن نہیں جو کچھ کہا گیا اُن کے حق میں کہا گیا ـــــ اللہ اللہ اُن حضرات کے جذبات پر شریعت کی کیسی عملداری تھی !

جہاں کر دیا نرم، نرما گئے وہ
جہاں کر دیا گرم، گرما گئے وہ

---

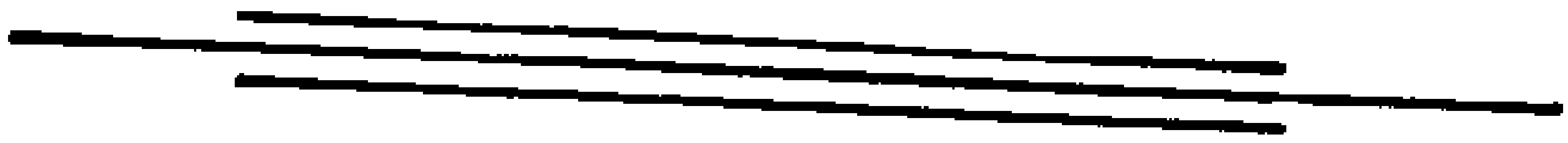
[1] شبلی نعمانی: الفاروق، ص ۴۲۷

نوٹ :- حضرت امام بخاری، ابوبکر بیہقی اور جاحظ وغیرہ نے وصیت کے الفاظ نقل کیئے ہیں۔ ٹی ڈبلیو آرنلڈ نے اپنی کتاب کے ص ۵۰ پر یہ وصیت نقل کی ہے۔ مولانا محمد علی نے بھی اپنی کتاب Early Caliphate کے ص ۱۸۰، ۱۸۱ پر نقل کی ہے۔

ہاں ہاں یہ خلافتِ فاروقی ہے، ہنسی کھیل نہیں ـــــــ یہ شاہی نہیں جو جذبات کے سہارے چلتی ہے، یہ خلافت ہے جو محبت وعشق کے سہارے چلتی ہے ـــــــ

زخم کاری تھا، جاں بر نہ ہو سکے، دس برس چھ مہینے مسندِ خلافت کو رونق بخشی اور ۶۳ سال کی عُمر شریف میں ذی الحج ۲۳ھ میں جانِ عزیز جاں آفرین کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ـــــــ

بہر بہار گُل از زیرِ گِل بر آرد سر
گلے برفت کہ ناید بصد بہار گرد



ملہ ماہنامہ ضیائے حرم لاہور۔ "فاروقِ اعظم نمبر" (ص ۲۶۳ تا ۲۸۶) شمارہ مئی جون ۱۹۷۴ء


مناقب
سیّدنا فاروقِ اعظم
رضی اللہ عنہ

دعائے مصطفیٰ

صلی اللہ علیہ وسلم

دعائے مصطفیٰ، فاروقِ اعظم — عطائے کبریا، فاروقِ اعظم
رضائے کبریا تو مصطفیٰ ہیں — رضائے مصطفیٰ، فاروقِ اعظم
خدا سے مصطفیٰ نے اُن کو مانگا — نبی کا مدعا، فاروقِ اعظم
جو ہیں خوشبوئے گلِ وحدت کی احمد — تو ہیں بادِ صبا، فاروقِ اعظم
یہ جرأت آپ کی، صحنِ حرم میں — اذاں دی برملا، فاروقِ اعظم
کیا ہے کفر و دیں میں فرق ایسا — لقب اُن کو ملا "فاروقِ اعظم"
ہے اُن کے نام سے شیطان کو لرزہ — جلالِ کبریا، فاروقِ اعظم
شریعت پر کیا بیٹے کو قربان — عدالت پر فدا، فاروقِ اعظم
سیاست میں نفاست وہ کہ دشمن — پکارے "مرحبا! فاروقِ اعظم"
"اَشِدَّاءُ عَلَی الْکُفَّار" حق نے — ترے حق میں کہا فاروقِ اعظم
مسلمانوں پہ مایوسی ہے طاری — یہ ہے وقتِ دعا، فاروقِ اعظم
یہود اور نصاریٰ مل چکے ہیں — ہمیں کرنے فنا، فاروقِ اعظم

کوئی ساغر مئے عشقِ نبی کا
ہو کاوشؔ کو عطا فاروقِ اعظم

(پروفیسر محمد فیاض احمد کاوشؔ وارثی)

مصطفیٰ، نبی : صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
فاروق اعظم : رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بشکریہ:- ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور فاروقِ اعظم نمبر شمارہ مئی جون ۱۹۷۴ء

آرائشِ کاشانۂ اسلام

فردوس بداماں ہیں، گل اندام ہیں فاروق
آرائشِ کاشانۂ اسلام ہیں فاروق

محبوبِ خدا، صاحبِ اکرام ہیں فاروق
تاجِ شرفِ عالمِ اسلام ہیں فاروق

آمادۂ بہرِ خدمتِ اسلام ہیں فاروق
معمارِ حرم، ہادمِ اصنام ہیں فاروق

پہلوئے مزارِ شہِ فردوس مکاں میں
آسودۂ راحت ہیں بآرام ہیں فاروق

مجمع درِ دولت پہ ہے خاصانِ خدا کا
شہرت ہے کہ فریادرسِ عام ہیں فاروق

سیراب ہے اسلام کے چشموں سے خدائی
بحرِ کرم و مرکزِ انعام ہیں فاروق

انصاف ہے یکساں عربی و عجمی سے
مصروفِ مساوات بہر گام ہیں فاروق

من جملہ شاہانِ جہاں، قیصر و کسریٰ
ہیبت سے تری لرزہ براندام ہیں فاروق

فرقِ حق و باطل پہ نظر شام و سحر ہے
فارغ زغمِ گردشِ ایام ہیں فاروق

تنظیمِ خلافت کے جو آغاز ہیں صدیق
معراجِ فتوحات کے انجام ہیں فاروق

بشکریہ ماہنامہ "آستانہ" دہلی ستمبر ۱۹۵۶ء / حضرت علامہ الحاج
شاہ ضیاء القادری علیہ الرحمہ

شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

نائبِ مصطفےٰ پر ہزاروں سلام
محوِ ذاتِ خُدا پر ہزاروں سلام
خلقِ خیر الوریٰ پر ہزاروں سلام
خَلق کے مُقتداء پر ہزاروں سلام
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

نائبِ مصطفےٰ بعدِ صدیق ہیں
دین کے پیشوا بعدِ صدیق ہیں
صاحبِ اتقا بعدِ صدیق ہیں
ہادی و رہنما بعدِ صدیق ہیں
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

آئینہ دارِ شانِ رسالت ہیں آپ
خادمِ جانِ ختمِ نبوّت ہیں آپ
صاحبِ فیض و رُشد و ہدایت ہیں آپ
تاجِ فرقِ شبابِ خلافت ہیں آپ
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

بعد صدیق دُنیا سے افضل ہیں آپ
فاتحانِ دو عالم میں اوّل ہیں آپ
دینِ اسلام کے رُکنِ اوّل ہیں آپ
بالیقین مُقتدائے مکمل ہیں آپ
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

مائلِ ارتقاء آپ کا عہد تھا　　فتح و نصرت نما آپ کا عہد تھا
مَعدلت آشنا آپ کا عہد تھا　　عہدِ خیر الوریٰ آپ کا عہد تھا
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

اِقتدارِ خلافت کا راز آپ ہیں　　اوجِ اسلام کے کارساز آپ ہیں
ہمہ اوقات محوِ نماز آپ ہیں　　بندۂ خالقِ بے نیاز آپ ہیں
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

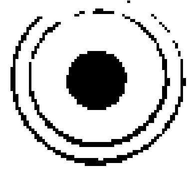
آپ کی ذات تھی قدرتِ حق کا راز　　آپ تھے نائبِ تاجدارِ حجاز
آپ کو بے قصور و بلا امتیاز　　کر دیا قتل ظالم نے وقتِ نماز
جانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام
شانِ فاروقِ اعظم پہ لاکھوں سلام

بشکریہ ماہنامہ "آستانہ" دہلی اکتوبر ۱۹۵۴ء ص ۴۴ (علامہ الحاج ضیاء القادری علیہ الرحمہ)

مصطفےٰ ۔ صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق و فاروق ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترجمہ قرآن اعلیٰحضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

یا اللہ جل جلالہٗ



یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم

کنز الایمان شریف

- قرآن پاک کا صحیح اور سب سے مقبول ترجمہ۔
- سلیس و رواں ہونے کے ساتھ ساتھ روحِ قرآن کے قریب تر۔
- یہ ترجمہ لفظی بھی ہے اور بامحاورہ بھی یعنی لفظ و محاورہ کا حسین امتزاج۔
- عوامی لغات اور بازاری بولی سے یکسر پاک۔
- آیات کے سیاق و سباق کے اعتبار سے الفاظ کے موزوں ترین معانی کا انتخاب۔
- قرآن پاک کے اصل منشاء مراد کو بیان کرنے والا۔
- بارگاہِ الٰہی کے تقدس اور احترامِ نبوت کا کما حقہٗ پاسدار۔
- مسلکِ اہلِ سنت و جماعت اور سلف صالحین کا سچا ترجمان۔
- بے شمار خوبیوں سے مالا مال واحد مہذب ترجمۂ قرآن "کنز الایمان"۔
- ایک عادل کے لئے قرآنِ پاک کے اردو ترجمہ کنز الایمان کے انتخاب کے سوا کوئی چارہ کار نہیں۔
- اپنے ایمان کی حفاظت کیلئے تعصب کی عینک اتار کر کنز الایمان کا ہی مطالعہ کیجئے۔

ترجمے والا قرآن پاک خریدتے وقت کنز

6447